تشریح الأسماء الحسنی

مؤلف

سید ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی

مکتب تعاونی برائے دعوت وارشاد سلی - ریاض

✆: ۲۴۱۰۷۱۵-۲۴۱۴۴۸۸/۰۱ :فیکس ۲۴۱۷۴۳۳/۰۱

شرح

أسماء الله الحسنى

تاليف

سيد ابو محمد بديع الدين شاه الراشدي

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ نے اس زمین پر انسانیت کی ہدایت و رہنمائی کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام مبعوث فرمائے جنہوں نے اپنی زندگیاں اس مقصد کے حصول میں صرف کر دیں کہ توحید کی آواز عام ہو جائے اور انسانیت دنیا و آخرت میں سرخرو ہو۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی اس تبلیغ کے بعد یہ فرض منصبی علماء کرام کے کمزور شانوں پر آیا، جنہوں نے حتی المقدور اس دین متین کی خدمت کی ہے اور تا قیامت کرتے رہیں گے۔ سرزمین سندھ سے بیشمار علماء حق پیدا ہوئے ہیں اور بہت سے اب بھی دین کی خدمت میں مصروف ہیں۔

علامہ سید ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ کی شخصیت ان سب میں نمایاں تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے آمین یارب العالمین۔

شاہ صاحب رحمہ اللہ تحریر و تقریر کے میدان میں اردو، سندھی اور عربی کے ذریعے خدمات سرانجام دیتے رہے، لیکن ان کی سندھی تصنیفات بے مثال ہیں۔ ان میں سے ایک تصنیف "تشریح الاسماء الحسنیٰ" ہے جس کا اردو ترجمہ آپ کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں کتاب سمجھ کر پڑھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور جن جن ساتھیوں نے اس کتاب کی اشاعت میں کسی قسم کا بھی تعاون فرمایا ہے، اللہ رب العزت ان سب کو اجرِ عظیم عطا فرمائے (آمین)۔

المكتب التعاوني للدعوة والإرشاد وتوعية الجاليات بالسلي

مقدمہ

الحمدلله رب العالمين والعاقبة للمتقين ولا عدوان الا على الظالمين والصلاة والسلام علىٰ اشرف الأنبياء والمرسلين نبينا محمد وعلىٰ آله وصحبه وأهل طاعته أجمعين، و بعد:

اللہ تعالیٰ کے بابرکت نام اور صفات ہیں جن کی پہچان اصلِ توحید ہے، کیونکہ ان صفات کی صحیح معرفت سے ذاتِ باری تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو گی نیز ابوابِ توحید روشن و واضح ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ عقیدۂ توحید کی معرفت اور اس پر تاحیات قائم ودائم رہنا ہی اصلِ دین ہے۔ یہی وجہِ تخلیقِ جن وانس ہے اور اسی پیغامِ توحید کو پہنچانے اور سمجھانے کی خاطر بے شمار نبوتیں اور رسالتیں تشکیل دی گئیں، کتابیں اتاری گئیں، اور الروح الامین جبریل علیہ الصلاۃ والسلام کو بار بار آسمانوں سے بھیجا گیا۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں اور صفات کے حوالے سے توحید کی اس مستقل قسم کو ”توحید لأسماءوالصفات“ کہا جاتا ہے۔

توحید کی یہ قسم جس قدر عظمت وتقدس اور ضرورت واہمیت کی حامل ومتقاضی ہے، اسی قدر ہماری غفلت وبے توجہی کا شکار ہے...... کہیں تو اس موضوع کا سرے سے اہتمام ہی مفقود ومتروک ہو چلا ہے اور کہیں اگر اہتمام موجود ہے تو وہ متکلمین وفلاسفہ کی بیمار سوچ کا عکاس وآئینہ دار بنا ہوا ہے۔ وہ منہج تقریباً ناپید ہوتا جا رہا ہے جس پر خاتم النبیین

محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحابِ کرام رضی اللہ عنہم کی تربیت فرمائی تھی اور جس پر آج تک ان کے اتباع قائم و مستمر ہیں۔

میں اس مختصر سے مقدمہ کے ذریعہ توحید اسماء و صفات کے حوالہ سے نہایت اختصار کے ساتھ چند بنیادی قواعد بیان کرنے کی کوشش کروں گا۔ اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ رسولِ اکرم ﷺ اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم اور ان کے تابعینؒ باحسان کے منہج پر قائم رکھے اور ہمیں توحید کی صحیح معرفت عطا فرمائے اور اسی توحید پر ہمارا خاتمہ فرمائے چونکہ معرفتِ توحید پر خاتمہ ہی مدارِ نجات ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: من مات وهو يعلم انه لا إله الا الله دخل الجنة۔ یعنی جس شخص کی موت اس طرح آئے کہ اسے (دل کی گہرائیوں سے) لا اله الله کا صحیح علم ہو تو وہ ضرور جنت میں داخل ہو گا۔ (رواہ مسلم)

پہلا قاعدہ: یہ ہے کہ یہ ایمان رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات موجود ہیں اور وہ سب کے سب بابرکت، اچھے اور پیارے ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولله الاسماء الحسنى فادعوه بها﴾ (الاعراف ۱۸۰) ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کے اچھے نام ہیں تو اس کو انہی ناموں سے پکارو۔ ﴿قل ادعوا الله أو ادعوا الرحمن ايّامًا تدعوا فله الأسماء الحسنى﴾ (الاسراء: ۱۱۰) ترجمہ: اے پیغمبر! کہہ دیجئے کہ تم (اللہ تعالیٰ کو) اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر، جس نام سے بھی پکارو، اس کے تو سب نام اچھے ہیں۔ ﴿الله لا اله الا هو له الأسماء الحسنى طٰهٰ: ۸﴾ ترجمہ: اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اس کے اچھے اچھے نام ہیں۔

ان آیات سے اللہ تعالیٰ کے ناموں کے موجود ہونے کا پتہ چلتا ہے چنانچہ اس پر ایمان لے آیئے۔

دوسرا قاعدہ: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام صرف وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمادیئے یا اسکے رسول محمد ﷺ نے واضح فرمادیئے، اس پر اضافہ کی نہ تو گنجائش ہے نہ ہم اس بارہ میں سوچ سکتے ہیں اور نہ ہی ہمارے پاس کوئی علم ہے۔

اس سلسلہ میں اللہ اور اس کے رسول کے بیان پر اکتفاء کرنا اس لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو اللہ تعالیٰ سے زیادہ اور بہتر کوئی نہیں جان سکتا بلکہ ہر چیز کو سب سے بہتر اور زیادہ اللہ ہی جانتا ہے۔﴿ءَ أنتم أعلم امِ اللّٰہ﴾ ترجمہ: کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ؟

اور جہاں تک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کا تعلق ہے تو ان کی تو شان یہی ہے کہ وہ شرعی امور میں وحی الٰہی کے بغیر گفتگو ہی نہیں فرماتے۔﴿وما ینطق عن الھویٰ إن ھو إلاَّ وحی یوحیٰ﴾ (النجم:۳،۴) "اور وہ اپنے دل کی خواہش سے کبھی بات نہیں کرتا۔ اس کی تو ہر بات وحی ہے جو اس کی طرف اتاری جاتی ہے"۔

اس قاعدے کو یوں بھی بیان کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء و صفات توقیفی ہیں۔

توقیفی امور وہ ہوتے ہیں جو بندے کی عقل سے ماوراء ہوں اور جن کا اثبات اللہ تعالیٰ کی وحی یعنی قرآن وحدیث کے بغیر ممکن ہی نہ ہو...... لہٰذا اللہ تعالیٰ کے کسی بھی نام کا اثبات قرآن وحدیث کی دلیل کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

تیسرا قاعدہ: یہ ہے کہ قرآن وحدیث میں اللہ تعالیٰ کے جو نام مذکور ہیں ان کا مجموعہ ۹۹ ہے۔

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ (إن لله تسعة و تسعین اسما مائة إلا واحدا من أحصاها دخل الجنة إنه وتر یحب الوتر) (رواه البخاری و مسلم)۔

"ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ کے ۹۹ نام ہیں ایک کم سو جوان کی حفاظت کرے گا، جنت میں داخل ہو گا بیشک وہ وتر (ایک) ہے اور وتر یعنی (طاق عدد) کو پسند کرتا ہے"۔

ثابت ہوا کہ قرآن و حدیث میں اللہ تعالیٰ کے ۹۹ نام بیان ہوئے ہیں۔

چوتھا قاعدہ: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات محض ۹۹ کے عدد پر محصور نہیں ہیں۔ ان ۹۹ ناموں کے علاوہ بھی اس کے نام ہیں جو ہمیں بتائے نہیں گئے۔ اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث ہے جو آپ ﷺ کی ایک جامع دعاء پر مشتمل ہے اور وہ صحیح بخاری میں بروایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ موجود ہے، اس میں یہ الفاظ بھی ہیں: (أسألك بكل اسم هو لك، سمیت به نفسك او أنزلته فی كتابك أو علمته أحدا من خلقك او استأثرت به فی علم الغیب عندك ...... الحدیث) یعنی "اے اللہ میں تجھ سے تیرے ہر نام کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں جو نام تو نے اپنی ذات کے بیان کر دیئے یا اپنی کتاب میں نازل فرما دیئے یا اپنے کسی بندے کو بطور خاص سکھا دیئے یا جن ناموں کو تو نے اپنے خزانۂ غیب میں محفوظ رکھا ہوا ہے"۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ نام اس کے خزانۂ غیب میں موجود ہیں جن کا ہمیں علم نہیں دیا گیا اور یہ بات بالکل ظاہر اور واضح ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ کے خزانۂ غیب میں ہے اس کے ادراک یا اطلاع کا ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے کتاب الأسماء والصفات میں ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی

اللہ عنہا کی ایک دعا ذکر کی ہے اور یہ بتایا ہے کہ ان کی یہ دعا اللہ کے نبی ﷺ نے بھی سنی:

(اللّٰھم انی أسألك بجمیع اسمائك الحسنیٰ کلھا ما علمنا منھا و مالم نعلم ......)

”اے اللہ! میں تجھ سے تیرے تمام ناموں جو سب پیارے ہیں، کے واسطے سے سوال کرتی ہوں، جن ناموں کو ہم جانتے ہیں (ان کے واسطے سے بھی) اور جن ناموں کو ہم نہیں جانتے (ان کے واسطے سے بھی)“۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نام تو غیر محصور اور لامحدود ہیں مگر ہمیں ۹۹ ناموں کی اطلاع دی گئی، لہٰذا ہم انہی پر اکتفاء کریں اور انہی کی حفاظت واحصاء کرتے رہیں۔ اور محض اپنی عقل یا غیر مستند نقل کی بناء پر تجاوز وتعدی کی کوشش نہ کریں۔

امام احمد بن حنبل رحمه الله فرمایا کرتے تھے: (لا یوصف اللّٰه إلا بما وصف به نفسه أو وصفه به رسوله لا یتجاوز القرآن والحدیث) (شرح العقیدة الواسطیة ص ۲۰)۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی صرف وہی صفات بیان کی جائیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے بیان کردی ہیں اور اس سلسلہ میں قرآن وحدیث سے بالکل بھی تجاوز نہ کیا جائے۔

چنانچہ قرآن وحدیث میں جو کچھ وارد ہے اسے قبول کرلیا جائے اور زیادہ بحث و تعمق سے گریز کیا جائے۔ شیخ محمد الامین الشنقیطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "اعلم ان کثرة الخوض والتعمق فی البحث فی آیات الصفات و کثرة الاسئلة فی ذلك الموضوع من البدع التی یکرهها السلف“ (منهج ودراسات آیات الاسماء والصفات ص ۹)۔

یعنی بخوبی جان لو کہ اللہ تعالیٰ کی صفات پر مشتمل آیاتِ کریمہ میں زیادہ غور و

خوض کرنا اور گہرائی میں جانے کی کوشش کرنا اور اس موضوع پر خوب سوال و جواب کرنا منجملہ ان بدعات کے ہے جسے سلف صالحین سخت ناپسند کرتے تھے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سیرت طیبہ کا ایک روشن پہلو جس نے انہیں دیگر طبقات سے منفرد و ممتاز کر دیا یہ بھی ہے کہ انہوں نے اس مسئلہ میں کبھی گہرائی میں جانے کی کوشش نہیں کی۔ جس قدر اللہ کے نبی ﷺ نے بتلا دیا اسے تسلیم کر لیا اور قیل و قال اور بلا مقصد و ضرورت مناقشہ اور خصومت و جدال سے یکسر گریز کیا اس لئے نہیں کہ وہ جہل یا کوتاہی علم کا شکار تھے بلکہ اس لئے کہ ان کا تقویٰ، ورع اور خالص تعلق باللہ نیز ایمان و ایقان اس امر کا متقاضی تھا۔

اسماء و صفاتِ باری تعالیٰ کے سلسلہ میں سب سے اہم قاعدہ یہ (سوال) ہے کہ ان پر ایمان لانے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

صحیح طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات و صفات کے متعلق اپنی کتاب میں اور اپنے رسول ﷺ کی زبان سے جو کچھ بیان کر دیا ہے اسے قبول و تسلیم کر لیا جائے، اسی کو بیان کیا جائے۔

☆ بلا تحریف

☆ بلا تعطیل

☆ بلا تکییف

☆ بلا تمثیل

اس اجمال کی تفصیل یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کو بلا تحریف قبول کیا جائے۔ تحریف سے مراد یہ ہے کہ نص یا دلیل میں اپنی خواہش کے مطابق تبدیلی کی

جائے۔

یہ عمل انتہائی مذموم ہے اور باری تعالیٰ کی صفات میں تحریف جیسا قبیح اور مذموم فعل قطعی ناجائز ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کو بلا تعطیل قبول کیا جائے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات میں سے کسی اسم یا صفت کا انکار نہ کیا جائے۔ چنانچہ نہ تو جہمیہ کی روش پر چلا جائے کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کا انکار کر دیا اور نہ ہی اشاعرہ کی روش پر چلا جائے کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی صرف سات صفات کو مانا اور باقی کا انکار کر دیا...... بلکہ حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات پر جو قرآن و حدیث سے ثابت ہیں، ایمان لایا جائے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفات کو بلا تکییف مانا جائے یعنی اس طرح مانا جائے کہ ان کی کیفیت نہ تو ہم جانتے ہیں نہ بیان کر سکتے ہیں بلکہ کیفیت صرف اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفات کو بلا تمثیل اور بلا تشبیہ ماننا ضروری ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کو کسی کے ساتھ تشبیہ نہ دی جائے مثلاً یوں نہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کا سننا اور دیکھنا انسان کے سننے اور دیکھنے کی طرح ہے۔ اس کی تمام صفات کمال ہیں، نقص سے پاک ہیں اور بالکل ویسی ہی ہیں جیسی اس ذات کے لائق ہیں۔

<u>خلاصہ کلام</u> یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات پر صحیح ایمان لانے کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ بلا تعطیل، بلا تحریف، بلا تکییف اور بلا تشبیہ ہو نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کا انکار، یا کسی صفت کی لفظی یا معنوی تحریف یا کسی صفت کی اپنی خواہش وھویٰ کی بنیاد پر تاویل یا کسی صفت کی کیفیت بیان کرنا یا کسی صفت کو مخلوق کی صفت کے مشابہ قرار دینا یہ سب حرام ہے اور بعض امور تو کفر یا شرک بن جاتے ہیں۔ اعاذنا اللہ من الکفر والشرک واتباع الھویٰ۔

اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ کے سلسلہ میں ایک اور قسم قابل غور ہے تاکہ اسماء باری تعالیٰ پر ایمان لانے کی معنویت مزید واضح ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کے کچھ نام لازم ہیں اور کچھ متعدی ہیں۔

پہلے لازم اور متعدی کا معنی سمجھ لیجئے۔ لازم وہ چیز کہلاتی ہے جو ایک شخصیت تک محدود ہے اور متعدی وہ چیز ہے جس کا اثر ایک شخصیت سے دوسری شخصیت تک پہنچ جائے۔

لازم کی مثال: زید نے کھانا کھایا...... کھانا کھایا زید تک محدود ہے۔

متعدی کی مثال: زید نے خالد کو مارا...... یہاں مارنے کا عمل مذکور ہے جو زید کی طرف سے خالد تک پہنچا۔ اللہ تعالیٰ کے جو اسماء لازم ہیں مثلاً الحی (زندہ) العظیم (بڑا، عظمت والا) ان پر ایمان لانے کا طریقہ یہ ہے کہ ان اسماء کو مانا جائے اور ان میں موجود صفت الحیاۃ اور العظمۃ کو بھی مانا جائے۔

اللہ تعالیٰ کے متعدی اسماء، جیسے الرحمٰن (رحم کرنیوالا) الرزاق (بہت رزق دینے والا) پر ایمان لانے کے تین مراحل ہیں:۔

(۱) ان اسماء کو مانا جائے۔

(۲) ان اسماء کے اندر جو صفت ہے یعنی رحمت اور رزاقیت، اسے بھی قبول کیا جائے۔

(۳) ان اسماء کے اثر کا مخلوقات تک پہنچنا بھی قبول کیا جائے۔ چنانچہ صفت رحمان یا رحیم میں جو رحمت پنہاں ہے اس کا اثر بندوں تک پہنچتا ہے۔ صفتِ رزاق میں جو رزاقیت کا وصف پنہاں ہے اس کا اثر بندوں تک پہنچتا ہے۔ چنانچہ تمام بندے رحمت اور رزق سے

فیضیاب ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کی ایک اور قسم بھی پیش خدمت ہے، ثبوتی اور سلبی۔ ثبوتی صفات وہ ہیں جو اللہ کیلئے ثابت ہیں مثلاً وھو السمیع البصیر۔ اللّٰہ لا الہ الا ھو الحی القیوم...... چنانچہ السمیع، البصیر، الحی، القیوم، یہ سب وہ صفات ہیں جو اس ذات باری تعالیٰ کیلئے ثابت ہیں، ان پر ایمان لانے کا طریقہ گذشتہ صفحات میں بڑی تفصیل کے ساتھ گذر چکا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان صفات ثبوتیہ کو قبول کیا جائے، ان میں کوئی تبدیلی، تاویل، تشبیہ یا تعطیل سے یکسر گریز کیا جائے اور یہ عقیدہ رکھا جائے کہ یہ تمام صفات کمال ہیں، ہر قسم کے نقص سے منزہ اور مبرئی ہیں اور جیسی اس ذات قادر مطلق کے شایان شان ہیں بالکل ویسی ہی ہیں۔

سلبی صفات سے مراد وہ صفات ہیں جن کی اللہ تعالیٰ سے نفی کی گئی ہے جیسے ولا یظلم ربك احدا اور تیرا پروردگار کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ یہاں اللہ تعالیٰ سے ظلم کی نفی ہے۔ یہ سلبی صفت ہے اس پر ایمان لانے کا طریقہ یہ ہے کہ جس چیز کی اللہ تعالیٰ سے نفی کی گئی ہو اسے من و عن قبول کر لیا جائے اور اس نفی کی ضد کو اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت کیا جائے۔

چنانچہ آیت مذکورہ میں ظلم کی نفی ہے، اسے مانا جائے اور ظلم کی ضد عدل کو اللہ تعالیٰ کیلئے بکمالہ ثابت کیا جائے اور یہ ایمان رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ عدل فرمانے والا ہے۔ اسی طرح صفات سلبیہ پر ایمان بھی پورا ہو جائے گا۔

ہم نے عام فہم انداز سے صفات باری تعالیٰ پر ایمان لانے کی حقیقت و اہمیت واضح کی ہے۔ تمام بھائیوں سے یہ گذارش کریں گے کہ توحید کی اس اہم قسم کا اہتمام فرمائیں۔ جب منہج صحیح ہو گا اور صفات کا فہم حاصل ہو گا تو عقیدے کی اصلاح تو لازماً ہو ہی جائے گی ولیکن اس کے ساتھ ساتھ عبادات نیز اسماء و صفات کے ذریعے ذکر الٰہی اور دعا وغیرہ میں

ایک روحانی لذت طمانیت اور حلاوت کا عجیب و خوش کن احساس ہوگا نیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر و ثواب کے انبار اس خوشی پر مزید چار چاند لگادیں گے۔

ایک مثال : آیۃ الکرسی کی بہت فضیلت ہے۔ مسند احمد، ابوداؤد اور مستدرک حاکم کی ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قرآن پاک کی سب سے بڑی آیت ہے چونکہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

"مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ آیت الکرسی کی ایک زبان اور دو ہونٹ ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے عرش کے نیچے اللہ تعالیٰ کی تقدیس کرتی ہے"۔

ربیعہ الجرشی رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں اسے قرآن پاک کی سب سے افضل آیت قرار دیا گیا ہے (البغوی فی معجمہ)۔

جناب علی رضی اللہ عنہ کا موقوف اثر ہے (اور اس قسم کے آثار حکماً مرفوع ہوتے ہیں) کہ میں ایسا کوئی عقل مند مسلمان نہیں جانتا جو رات کو سونے سے قبل آیۃ الکرسی اور سورہ بقرہ کی آخری آیتیں نہ پڑھتا ہو کیونکہ یہ دونوں عرش کے خزانوں میں سے ہیں (تفسیر ابن کثیر۔ مصنف ابن ابی شیبہ)۔

اس قسم کا ایک قول ابوامامہ باھلی سے بھی مروی ہے (مسند احمد و طبرانی)

پھر رسول اللہ ﷺ کی بہت سی احادیث جو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ وغیرہ سے مروی ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ صبح و شام اس آیت کو پڑھنے والے شخص سے شیطان بھاگ جاتا ہے اور کوئی مذکر یا مؤنث جن قریب بھی نہیں پھٹکتا اور صبح کو پڑھنے والے شخص پر شام

تک اور رات کو پڑھنے والے شخص پر صبح تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے محافظ مقرر کر دیا جاتا ہے۔

نیز ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کا فرمان منقول ہے:

"جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھتا رہے گا اس کے جنت میں داخلے پر موت کے سوا کوئی رکاوٹ نہیں ہے"۔

اب اس آیت کی اس قدر فضیلت کے وجوہ در موز اللہ ہی بہتر جانتا ہے، لیکن بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت الکرسی میں کم و بیش اللہ تعالیٰ کی بارہ صفات مذکور ہیں۔

دوسری مثال: سورۃ الاخلاص (قل ھو اللہ احد) کی بڑی فضیلت وارد ہے۔ مسند احمد وغیرہ میں معاذ بن انس الجہنی رضی اللہ عنہ کی حدیث مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو شخص دس بار (قل ھو اللہ احد) پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کا ایک محل بنائے گا۔ ایک صحابی نے پوچھا کہ اگر ہم دس بار سے زیادہ پڑھ لیں؟ تو فرمایا: "اللہ تعالیٰ کی عطا بہت عمدہ اور نہ ختم ہونے والی ہے" ایک صحابی نے اپنی دعا میں سورۃ الاخلاص میں بیان شدہ صفات باری تعالیٰ کا واسطہ دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اس نے اللہ تعالیٰ کے اس اسم اعظم کا واسطہ دے کر سوال کیا ہے کہ اس واسطہ سے جو دعا کی جائے اللہ قبول فرماتا ہے اور جو سوال کیا جائے اللہ تعالیٰ عطا فرمادیتا ہے" (مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی)۔

ایک صحابی ہر نماز میں سورۃ اخلاص ضرور پڑھتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے اس سے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا مجھے اس سورۃ سے محبت بہت ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس سورۃ کی محبت نے تجھے جنت میں داخل کر دیا ہے (ترمذی، ابن خزیمہ، ابن حبان)
صحیح بخاری اور مسلم وغیرہ میں ایک اور شخص کا واقعہ مذکور ہے وہ بھی نماز کی ہر رکعت میں

(قل ھو اللہ احد) ضرور پڑھتا تھا، جب نبی اکرم ﷺ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ ﷺ نے صحابہ ؓ سے کہا: اس سے پوچھو کہ ایسا کیوں کرتا ہے؟ صحابہ ؓ نے پوچھا تو اس نے جواب دیا "کیونکہ یہ رحمٰن کی صفت ہے اور مجھے اس کا پڑھنا بہت مزہ اور لطف دیتا ہے"۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے بتادو کہ تم اللہ تعالیٰ کے محبوب بن چکے۔

مؤطا امام مالک میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو سورۃ (قل ھو اللہ احد) پڑھتے ہوئے سنا۔ فرمایا: اس کیلئے جنت واجب ہو چکی ہے۔

ایک اور شخص کو آپ ﷺ نے یہ سورۃ پڑھتے ہوئے سنا تو فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس کے تمام گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔

ایک اور صحابی کے جنازہ میں جبریل علیہ السلام نے ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ شرکت فرمائی، رسول اللہ ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ اس شخص کو اتنا اعزاز کیسے نصیب ہوا؟ فرمایا: یہ اٹھتے، بیٹھتے، چلتے، پھرتے اور سواری پر (قل ھو اللہ احد) پڑھتا رہتا تھا (المعجم الکبیر للطبرانی)۔ اس صحابی کا نام معاویہ بن معاویہ المزنی تھا۔

جبکہ بہت سی دیگر صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ (قل ھو اللہ احد) ایک تہائی قرآن کے برابر ہے اور جو اسے تین بار پڑھے گا، اسے پورے قرآن کی تلاوت کا ثواب ملے گا۔

اس سورۃ کے اس قدر فضائل کے رموز و حِکَم تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے مگر ایک بات بالکل واضح طور پر کہی جا سکتی ہے کہ یہ مختصر سی سورۃ اول تا آخر مکمل اور جامع توحید ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی بہت سی صفات مذکور ہیں۔

یہ چند مثالیں تشویق قارئین کیلئے پیش کی ہیں تاکہ واضح ہو جائے کہ صفات باری

تعالیٰ پر مشتمل ذکر کتنے اجر وثواب کا حامل ہے۔

چنانچہ جسے ان صفات کی معرفت حاصل ہو اور وہ پورے یقین و بصیرت کے ساتھ ان کا فہم رکھتا ہو اور اعتقاداً و عملاً ان پر قائم ہو تو اس کا یہ عقیدۂ توحید اس کی نجات کا باعث بن جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ کے بہت سے اذکار اس معنویت و فضیلت کا پیغام دیتے ہیں۔ صحیح بخاری کی آخری حدیث ہے:

"دو کلمے ہیں جو اللہ کو بڑے پسند ہیں، زبان پر بہت ہلکے، مگر قیامت کے دن میزان میں بہت بھاری ہوں گے" سبحان اللّٰہ وبحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم

اگر آپ غور کریں تو اس فضیلت کی بنیاد یہی ہے کہ یہ دو کلمے تمام صفات کو سمیٹے ہوئے ہیں۔ اس لئے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا "جو شخص صبح و شام سو بار "سبحان اللّٰہ وبحمدہ " پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ معاف فرمادے گا خواہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں"

قارئین کرام! توحید اسماء و صفات کا کماحقہ اہتمام کیجئے، یہ توحید باری تعالیٰ کے فہم کی مفتاح ہے۔ ہم جیسے معصیتوں کے سمندر میں ڈوبے ہوئے انسانوں کی مغفرت کا بہت بڑا سہارا ہے۔

و صلی اللّٰہ علی نبینا محمد وعلی آلہ و صحبہ واھل طاعتہ أجمعین ۔

کتبہ عبداللہ ناصر رحمانی

امیر جمعیت اہلحدیث سندھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ مصنف

اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِینَ وَالعَاقِبَۃُ لِلمُتَّقِینَ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ المُرسَلِینَ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحبِہٖ وَعَلٰی اَھلِ طَاعَتِہٖ اَجمَعِینَ ۔

اَمَّا بَعدُ :۔

قرآن مجید کی معروف تفسیر "بدیع التفاسیر" میں سورۂ فاتحہ کی پہلی آیت: "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کے لفظ "اسم" کی تشریح کرتے ہوئے "الاسماء الحسنٰی" یعنی اللہ تعالیٰ کے ناموں کی بھی تشریح کی گئی ہے۔ جس سے اللہ کے کافی بندوں نے استفادہ کیا ہے۔ وللہ الحمد۔

بعض دوستوں کا اصرار تھا کہ "الاسماءُ الحسنیٰ" کی تشریح کو الگ کتابی صورت میں شائع کیا جائے تاکہ اس سے استفادہ اور توحید کو سمجھنا آسان ہو جائے۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے ہر نام سے توحید کا کوئی نہ کوئی سبق ملتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی تائید و حمایت سے اس تشریح کو اصل تفسیر سے مناسب ترتیب دے کر قارئین کے لئے پیش کیا جا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توحید سے سرشار فرمائے آمین

المؤلف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ کے سب نام ہی اچھے ہیں اور اسے ان ہی ناموں سے پکارا جائے اور ان اچھے ناموں والی اور کوئی ذات نہیں۔

وَ لِلّٰهِ الأسماءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا (اعراف ع ۲۲ پ ۹)

"اور اللہ تعالیٰ کے سب نام اچھے ہیں، اسے انہی ناموں سے پکارو"۔

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّامَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى

(بنی اسرائیل ع ۱۲ پ ۱۵)

"اے پیغمبر کہہ دیجئے کہ اللہ کو اس کے نام سے پکارو یا رحمٰن کے نام سے پکارو، جس نام سے بھی تم پکارو اس کے سب نام اچھے ہیں"۔

اَللّٰهُ لا اِلٰهَ اِلاَّ هُوَ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى (طٰهٰ ع ۱ پ ۱۶)

"اللہ وہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کے نام اچھے ہیں"۔

هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى (الحشر ع ۳ پ ۲۸)

وہ اللہ پیدا کرنے والا، ایجاد و اختراع کرنے والا، اور صورتیں بنانے والا، اس کے سب اچھے نام ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے کسی بھی نام سے دعا کی جا سکتی ہے۔ صحیح ابن حبان میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جس بندے کو بھی غم یا فکر لاحق ہو اگر وہ یہ دعا پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی پریشانیاں دور فرما دیں گے اور خوشی نصیب فرمائیں گے"۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ عَبْدُكَ وَ ابْنُ عَبْدِكَ وَ ابْنُ اَمَتِكَ نَاصِيَتِىْ بِيَدِكَ مَا ضٍ

فِیَّ حُکْمُكَ عَدْلٌ فِیَّ قَضَاؤُكَ اَسْاَلُكَ بِکُلِّ اِسْمٍ هُوَ لَكَ ، سَمَّیْتَ بِهٖ نَفْسَكَ اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِیْ کِتَابِكَ اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ اَوِ اسْتَاْثَرْتَ بِهٖ، فِیْ عِلْمِ الْغَیْبِ عِنْدَكَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ رَبِیْعَ قَلْبِیْ وَنُوْرَ بَصَرِیْ وَجَلَاءَ حُزْنِیْ وَ ذَهَابَ هَمِّیْ ۔

” یااللہ میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے بندے اور بندی کا بیٹا۔ میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے۔ تیرا ہر حکم مجھ پر نافذ ہونے والا ہے۔ میرے بارے میں تیرا ہر فیصلہ انصاف وعدل پر مبنی ہے۔ میں تجھ سے تیرے ہر اس نام کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں، جسے تو نے خود اپنے لئے پسند کیا ہے یا اپنی کتاب میں نازل کیا ہے یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھایا ہے یا اپنے علم غیب کے خزانے میں محفوظ کر رکھا ہے، کہ قرآن کو میرے دل کی بہار، آنکھ کا نور اور میرے دکھوں اور غموں کو دور کرنے کا ذریعہ بنادے“

تب صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا ہمیں یہ کلمات یاد کرنے چاہئیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں، جو سنے وہ بھی یاد کرلے (موارد الظمان الی زوائد ابن حبان للهیثمی ص ۵۸۹) اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کے بے شمار اچھے نام ہیں اور ایسے بھی نام ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر نہیں کیا اور وہ اس کے علم غیب میں سے ہیں جس کا علم صرف اسے ہی ہے لیکن یاد کرنے اور پڑھنے کے لئے صرف (۹۹) ناموں کا ذکر ہے۔ چنانچہ بخاری و مسلم میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : ۔

اِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَّ تِسْعِیْنَ اِسْماً مِائَةً اِلاَّ وَاحِدَةً مَّنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ

الْجَنَّةَ (مشکوٰۃ ص ۱۹۹)

"بے شک اللہ کے (ننانوے) ایک کم سو نام ہیں جو شخص ان کو یاد کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا"۔

اور یہ اس لئے کہ جو بھی ان ناموں کو یاد کرے گا اور بار بار پڑھتا رہیگا تو اس کا قلب اللہ کی طرف متوجہ ہوگا کیونکہ ہر نام سے اللہ تعالیٰ کی کوئی نہ کوئی قدرت، مہربانی اور دَین (عطا) ظاہر ہوتی رہے گی اس لئے اس کا دل اللہ تعالیٰ کے لئے خالص رہے گا اور اپنے پروردگار کی مہربانیاں دیکھ کر وہ اعمال صالحہ میں بھی مسارعت (تگ ودو) کرتا رہے گا۔ اور اس کے غضب اور قہر کو دیکھ کر گناہوں سے توبہ کرتا رہے گا۔ اس قسم کے آدمی کے لئے یقیناً جنت ہے۔ یہ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان اللہ کے حکم کے عین مطابق ہے اور اللہ کا وعدہ یقیناً سچا ہے۔ یہ اسماء ترمذی (ص ۱۸۹ جلد ۱) میں مذکور ہیں۔ جن کی مختصر تشریح پیش کی جاتی ہے۔ تشریح کے لئے امام بیہقی کی کتاب "الاسماء و الصفات "امام غزالی کی کتاب "المقصد الاسنیٰ شرح اسماء الحسنیٰ "، امام بونی کی "شرح اسماءِ اللّٰہِ" اور امام ابواسحٰق زجاج کی تفسیر" اسماء اللّٰہ الحسنیٰ "وغیرہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔ ترمذی کتاب الدعوات میں حدیث اس طرح ہے:۔

عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللہ ﷺ اِنَّ لِلّٰہ تعالیٰ تسعة و تسعین اسما مائة غیر واحدة من احصاھا دخل الجنة ﴿۱﴾ ھواللہ الذی لا الٰہ اِلاَّ ھو ﴿۲﴾ الرحمٰن ﴿۳﴾ الرحیم ﴿٤﴾ الملك ﴿٥﴾ القدوس ﴿٦﴾ السّلام ﴿۷﴾ المؤمن ﴿۸﴾ المھیمن ﴿۹﴾ العزیز ﴿۱۰﴾ الجبار ﴿۱۱﴾ المتکبر ﴿۱۲﴾ الخالق ﴿۱۳﴾ الباری ﴿۱٤﴾ المصور ﴿۱٥﴾ الغفار ﴿۱٦﴾ القھار ﴿۱۷﴾ الوھاب

﴿۱۸﴾ الرزاق ﴿۱۹﴾ الفتاح ﴿۲۰﴾العلیم ﴿۲۱﴾ القابض ﴿۲۲﴾ الباسط
﴿۲۳﴾ الخافض ﴿۲۴﴾الرافع ﴿۲۵﴾المعز ﴿۲۶﴾ المذل ﴿۲۷﴾ السمیع
﴿۲۸﴾البصیر﴿۲۹﴾ الحکم ﴿۳۰﴾ العدل ﴿۳۱﴾ اللطیف ﴿۳۲﴾الخبیر
﴿۳۳﴾الحلیم ﴿۳۴﴾ العظیم ﴿۳۵﴾ الغفور ﴿۳۶﴾ الشکور ﴿۳۷﴾العلی
﴿۳۸﴾الکبیر﴿۳۹﴾ الحفیظ ﴿۴۰﴾ المقیت ﴿۴۱﴾الحسیب ﴿۴۲﴾الجلیل
﴿۴۳﴾ الکریم ﴿۴۴﴾ الرقیب ﴿۴۵﴾المجیب ﴿۴۶﴾ الواسع
﴿۴۷﴾الحکیم ﴿۴۸﴾ الودود ﴿۴۹﴾المجید ﴿۵۰﴾ الباعث ﴿۵۱﴾الشهید
﴿۵۲﴾ الحق ﴿۵۳﴾الوکیل ﴿۵۴﴾ القوی ﴿۵۵﴾ المتین ﴿۵۶﴾ الولی
﴿۵۷﴾الحمید ﴿۵۸﴾المحصی ﴿۵۹﴾المبدئ ﴿۶۰﴾المعید﴿۶۱﴾ المحی
﴿۶۲﴾الممیت ﴿۶۳﴾ الحی ﴿۶۴﴾القیوم ﴿۶۵﴾ الواجد ﴿۶۶﴾الماجد
﴿۶۷﴾الواحد ﴿۶۸﴾الصمد ﴿۶۹﴾ القادر ﴿۷۰﴾ المقتدر ﴿۷۱﴾المقدم
﴿۷۲﴾المؤخر ﴿۷۳﴾ الاول ﴿۷۴﴾ الظاهر ﴿۷۵﴾ الاخر ﴿۷۶﴾الباطن
﴿۷۷﴾ الوالی ﴿۷۸﴾ المتعال ﴿۷۹﴾ البر ﴿۸۰﴾التواب ﴿۸۱﴾ المنتقم
﴿۸۲﴾ العفو ﴿۸۳﴾ الرؤف ﴿۸۴﴾ مالك الملك ﴿۸۵﴾ذوالجلال و الاکرام
﴿۸۶﴾ المقسط ﴿۸۷﴾ الجامع ﴿۸۸﴾ الغنی ﴿۸۹﴾ المغنی ﴿۹۰﴾ المانع
﴿۹۱﴾ الضار ﴿۹۲﴾ النافع ﴿۹۳﴾ النور ﴿۹۴﴾ الهادی ﴿۹۵﴾ البدیع
﴿۹۶﴾ الباقی ﴿۹۷﴾ الوارث ﴿۹۸﴾ الرشید ﴿۹۹﴾ الصبور

یہ حدیث ابن حبان بھی اپنی صحیح میں لائے ہیں۔ (موارد الظمان ص ۵۹۲) اور حاکم نے مستدرک ص۱۶ میں لا کر اسے صحیح کہا ہے اور ذھبی نے تلخیص میں ان کی موافقت کی ہے امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ بطور شہادت اس حدیث کی دوسری سند بھی لائے ہیں۔

☆ تشریح ☆

﴿۱﴾ **اللہ** ۔ یہ رب العالمین کی ذات بابرکت کا اسم ذات یا ذاتی اسم ہے جو سب ناموں میں بڑا اور جامع ہے۔ کوئی اور ذات اس نام سے منسوب نہیں۔ ھَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا (مریم ع ۴ پ ۱۶) بھلا تم اس کا کوئی ہمنام جانتے ہو؟ یہی سبب ہے کہ اس کا نہ تثنیہ ہے اور نہ ہی جمع۔ اور اس کے معنی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ:۔

فاللّٰه اسم للموجود الحق الجامع لصفات الالٰهیه المنعوت بنعوت الربوبیه المنفرد بالوجود الحقیقی لا اله الا هو سبحانه ۔ وقیل معناه الذی یستحق ان یعبد وقیل معناه واجب الوجود الذی لم یزل ولا یزال والمعنی واحد ۔

اللہ اس موجود بادشاہ کا نام ہے جو حق، سچا اور تمام صفات الٰہیہ کا جامع، ربوبیت کے تمام اوصاف سے موصوف، وجود حقیقی میں منفرد، جس کے سوا اور کوئی الٰہ نہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ وہ ہے جو تمام مخلوقات کی بندگی کا مستحق ہے اور کہا گیا ہے کہ وہ واجب الوجود یعنی جس کا ازل تا ابد تک موجود رہنا ضروری ہے۔ جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ مذکورہ تمام معانی کا ماحصل ایک ہے۔

فصل:۔ اس اسم مبارک کے اشتقاق کے بارے میں دو اقوال ہیں۔ ایک قول کے مطابق اصل اس کا الٰہ بروزن فعال ہے بعد میں اس پر الف اور لام بعوض ھمزہ کے داخل کیے گئے ہیں۔ جیسے اناس سے الناس اور بعض نے کہا ہے کہ اصل الا لٰہ ہے۔ الٰہ کے

همزہ کو حذف کر کے لام کو لام میں ادغام کیا گیا تو اللہ بن گیا۔ اس اصل کے مطابق الٰہ کا اصل ولاہ ہوگا اور همزہ واؤ سے بدل ہے جیسے وشاح سے اشاح اور وسادۃ سے اسادۃ

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ اسم علم خاص اور جامد ہے، جس کا کوئی اشتقاق نہیں۔ بیشتر علماء کا یہی خیال ہے۔ مثلاً امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ابو المعالی امام الحرمین، ابو سلیمان خطابی رحمۃ اللہ علیہ، ابو حامد غزالی رحمۃ اللہ علیہ، اور مفضل وغیرہم۔ استاذ النحو الخلیل نیز سیبویہ سے بھی ایک روایت میں یہی قول منقول ہے۔ (القرطبی ص ۳۔ ۱۰۲ ج ۱)۔

راقم الحروف کا بھی خیال ہے کہ تحقیق کے مطابق آخری قول صحیح ہے اور اس قسم کے اشتقاق کے لئے کوئی دلیل نہیں۔ اس قسم کے تکلف کی بھی کوئی ضرورت نہیں بلکہ خود اسکے خلاف دلائل ہیں۔ خود قرطبی نے امام خطابی سے نقل کیا ہے کہ:۔

والدليل على ان الالف واللام من بنية هذا الاسم و لم يدخلا للتعريف دخول حرف النداء عليه كقولك يا الله و حروف النداءِ لا تجتمع مع الالف و اللام للتعريف الاترى انك لا تقول يا الرحيم كما تقول ياالله فدل على انهما من بنية الاسم۔

یعنی اس کے لئے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس پر حرف نداء یا داخل ہوتا ہے جیسے یا اللہ مگر کسی دوسرے نام پر معرف باللام ہونے کی صورت میں یا حرف ندا داخل نہیں ہوگا۔ مثلاً یاالرحمٰن، یاالقدوس، یاالکریم یاالغفار یاالشکور وغیرہ بلکہ یا رحمان، یاقدوس، یا کریم، یا غفار، یا شکور وغیرہ کہا جاتا ہے۔ ثابت ہوا کہ لفظ اللہ میں الف لام تعریف کے لئے نہیں ہے بلکہ اس کے اصلی بناء کے حروف میں شامل ہے۔ علماء النحو نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ منادیٰ

معرف باللام اور حرف نداء دونوں ایک ساتھ جمع نہ ہوں گے بلکہ اس صورت میں حرف نداء اور منادیٰ کے درمیان کلمہ " ایھا " اگر مذکر ہے اور اگر مؤنث ہے تو کلمہ " ایتھا " درمیان میں بڑھایا جائے گا۔ (الکافیہ لابن حاجب ص ۲۵، متن متین ص ۱۱۸ الفیہ ابن مالک مع شرح ابن عقیل و شرحہ البھجۃ المرضیۃ للسیوطی ص ۱۴۰، المفصل للزمخشری ص ۴۱، ملحقہ الاعراب لابی القاسم الحریری ص ۷۸ وغیرہ)۔ علامہ خازن نے اپنی تفسیر ص ۱۵ ج ۱ میں اسے جمہور کا قول قرار دیا ہے۔ علامہ فیروز آبادی القاموس ص ۲۸۰ ج ۴ میں لکھتے ہیں کہ واصحھا انه علم غیر مشتق یعنی صحیح قول یہ ہے کہ لفظ اللہ عَلم غیر مشتق ہے۔

الحاصل لفظ اللہ، اللہ کا خاص ذاتی نام ہے اور الالٰہ اس کا صفاتی نام ہے جس کے مختلف اشتقاق بتائے گئے ہیں جو سب قریباً ہم معنی ہیں۔

﴿۱﴾ اَلَهَ (لام کے زبر کے ساتھ) بمعنی عبد یعنی بندگی کے۔ اور الهة، الوهة اور الوهية اس کے مصادر ہیں اور اسی سے ماخوذ ہے تَاَلَّهَ بمعنی تعبد یعنی بندہ ہوا اور اِسْتَاَلَّهَ بمعنی استعبد یعنی بندہ بنایا۔ (القاموس ص ۲۸۰ ج ۴)۔ اس طرح الٰہ کے معنی ہوں گے معبود اور عبادت کے لائق۔

﴿۲﴾ اِلِهَ (لام کی زیر کے ساتھ) بمعنی تحیر یعنی حیران ہوا (الصحاح للجوہری ص ۲۲۲۴ ج ۴) اور الٰہ کے معنی ہوں گے وہ ذات جس کے ادراک اور معرفت کے لئے سب عقلیں حیران ہیں۔

﴿۳﴾ اِلِهَ (لام کی زیر کے ساتھ) بمعنی فزع یعنی پناہ لی۔ اس کے یہ معنی ہوں گے کہ وہ ذات جس کی ہر مصیبت و مشکل میں پناہ لی جائے۔ جیسے:۔

اله یأله الی کذا ای لجأالیه، قال الشاعر:۔ الهت الینا والحوادث

جمة و قال الاخر الهت اليها والركائب وقف (لسان العرب ص٤٦٩ ج١٣)۔

﴿۴﴾ الهت الى فلان سكنت اليه

(روح المعانی ج۱۔ ص ۵۳) یعنی اس میں سکون اور اطمینان کے معنی بھی ہیں اور اللہ وہ ہے جس کے گھر پر آنے، عبادت کرنے اور ذکر کرنے سے مؤمن کو سکون اور اطمینان حاصل ہو، جس طرح فرمایا :۔

اَلاَ بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد ع ٤ پ١٣)۔

خبر دار! دلوں کو اطمینان اللہ کے ذکر ہی سے ملتا ہے۔

﴿۵﴾ اله الفهل اذا ولع بامه (روح المعانی ص ٥٣ ج١)

اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کی طرف شوق سے آیا۔ گویا کہ اللہ وہ ہے جس کی طرف بندے شوق سے آئیں اور اس کی محبت اور کشش بندوں کو اس کے دروازے تک لے آئے۔ لسان العرب ص۴۶۸ ج۳ میں ہے کہ :۔

ان الخلق يولهون اليه فى حوائجهم و يتضرعون اليه فيما يصيبهم و يفزعون اليه فى كل ماينوبهم كما يوله كل طفل الى امه ۔

یعنی اللہ کی مخلوق اپنی حاجات کے لئے اس کے در کی محتاج و مجبور ہے اور مصیبت و مشکل کے وقت اس کے آگے تضرع و عاجزی کرتے ہیں اور حادثات کے وقت اسی کی طرف لپکتے ہیں جیسے بچہ اپنی ماں کی طرف بھاگتا ہے۔ اسی صفحہ پر ابوالہیثم سے منقول ہے کہ :

ولا یکون الٰھا حتیٰ یکون معبودا و حتی یکون لعابدہ خالقا و رازقا و مدبرا و علیه مقتدرا فمن لم یکن کذالك فلیس باله و ان عبد ظلمابل ھو مخلوق و متعبد ۔

یعنی الٰہ وہ ہے جو معبود ہو اور اپنے عابد کے لئے خالق، رازق اور تدبیر کرنے والا ہو اور اپنے بندوں پر ہر طرح قدرت رکھنے والا ہو اور جس میں یہ صفات نہ ہوں تو وہ الٰہ نہیں ہو سکتا اگرچہ ظلم واستبداد سے اس کی بندگی بھی کی جائے۔ تب بھی مخلوق اور بندہ ہے یعنی یہ اللہ کا صفاتی نام ہے۔ کلمہ لا الٰہ الا اللّٰہ کے بھی یہی معنی ہیں۔ یعنی اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ وہی ایک اللہ ہے اور کوئی دوسرا اس صفت میں اس کا شریک نہیں۔ اس لئے یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے علاوہ کافر اور اسلام سے پہلے دور جاہلیت میں بھی اللہ صرف اس ذات کو کہتے تھے جس کے اسماء الحسنیٰ ہیں۔ اور جن کو مشرک پوجتے تھے انہیں اللہ نہیں بلکہ الٰہ کہتے تھے جس کی اس کلمے میں نفی ہے۔ (لسان العرب ص۴۶۹ ج ۳) میں ہے:۔

تفردسبحانه بهذا الاسم لا یشرکه فیه غیره فاذا قیل الا له انطلق علی اللّٰه سبحانه و علی ما یعبد من الاصنام و اذا قلت اللّٰه لم ینطلق الا علیه سبحانه و تعالیٰ و هکذا فی تاج العروس ص ۳۷۵ ج ۹ ۔

یعنی اللہ صرف ایک سبحانہ وتعالیٰ کا نام ہے جس میں کوئی اور شریک نہیں۔ جب کہ الالٰہ، اللہ سبحانہ تعالیٰ اور اس کے علاوہ ہر وہ چیز جس کی پوجا کی جاتی ہے سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے لیکن اللہ کا اطلاق سوا اس باری تعالیٰ کے کسی اور پر نہیں ہوتا۔ اس لئے

قرآن میں ہے کہ :

وَ لاَ تَدۡعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ (القصص ع۹ پ ۲۰)

اور اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو مت پکار اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

وَ لاَ تَجۡعَلۡ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ (بنی اسرائیل ع٤ پ١٥)۔

اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک مت بنا۔

اَئِنَّکُمۡ لَتَشۡھَدُوۡنَ اَنَّ مَعَ اللّٰہِ اٰلِھَۃً اُخۡرٰی قُلۡ لَّآ اَشۡھَدُ قُلۡ اِنَّمَا ھُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ وَّ اِنَّنِیۡ بَرِیۡٓءٌ مِّمَّا تُشۡرِکُوۡنَ (الانعام ع ٢ پ٧)۔

کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور معبود بھی ہیں؟ تو کہہ دے میں تو گواہی نہیں دیتا تو کہہ دے کہ وہی ایک معبود ہے۔ بے شک میں ان سے بیزار ہوں جن کو تم شریک کرتے ہو

ءَ اِلٰہٌ مَعَ اللّٰہِ قُلۡ ھَاتُوۡا بُرۡھَانَکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ (النمل ع٥ پ٢٠)

کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ اے نبی کہہ دے اگر سچے ہو تو کوئی دلیل لاؤ۔

ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیۡ لاَ اِلٰہَ اِلاَّ ھُوَ (الحشر ع٣ پ٢٨)

وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ (و غیرھا من الایٰت) یعنی اللہ کے سوا کوئی اور الٰہ نہ بناؤ، نہ پکارو اور نہ ہی اس کے سوا اور کوئی الٰہ ہے بلکہ وہی ایک اللہ ہے۔

فصل: اسم مبارک اللہ سب ناموں میں سے زیادہ شان والا اور جامع ہے۔ اس لئے اس کو اسم اعظم کہا جا سکتا ہے۔ اس بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں جو کہ تقریباً چالیس کی تعداد میں ہیں۔ (تحفۃ الذاکرین فی عدۃ الحصن الحصین للشوکانی ص ٦٢) یہاں ہم مشکوٰۃ کتاب الدعوات باب اسماء اللہ تعالیٰ الفصل الثانی سے صرف تین احادیث ذکر کرتے ہیں جو

اسماء باری تعالٰی کے بارے میں ہیں۔ یہ احادیث فصل ثانی میں صاحب مشکوٰۃ لائے ہیں اور سب کی سب ثابت ہیں۔

﴿۱﴾ عن بریدة ان رسول اللّٰه ﷺ سمع رجلا یقول اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اَنْتَ الاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَ لَمْ یُوْلَدْ وَ لَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ فقال دعا اللّٰه باسمه الاعظم الذی اذا سئل به اعطی و اذا دُعی به اجاب۔ رواه الترمذی و ابو داؤد۔

بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو کہتے سنا: اے اللہ! میں تجھ سے اس لئے سوال کرتا ہوں کہ تو اللہ ہے تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں تو اکیلا ہے، بے نیاز ہے جس نے نہ کسی کو جنا اور نہ اسے جنا گیا۔ اور اسکی برابری کرنے والا کوئی نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس شخص نے اللہ تعالٰی کے اسم اعظم (بہت بڑے نام) کے ساتھ دعا کی ہے اور اسم اعظم کے وسیلے سے جب اللہ تعالٰی سے مانگا جاتا ہے تو وہ عطا فرماتا ہے اور جب اس سے دعا کی جاتی ہے تو وہ قبول فرماتا ہے۔ یہ حدیث نسائی اور ابن ماجۃ میں بھی ہے۔ ترمذی نے اسے حسن کہا ہے۔ ابن حبان نے اپنی صحیح میں اس حدیث کو درج کیا ہے۔ اور حاکم اس حدیث کو مستدرک میں لا کر کہتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرائط پر صحیح ہے۔ منذری اپنے استاد ابو الحسن مقدسی سے نقل کرتے ہیں کہ اس کی سند میں کسی طعن اور جرح کی گنجائش نہیں اور حافظ ابن حجر اس باب میں تمام روایات کے مقابلے میں اسے راجح قرار دیتے ہیں۔ (تحفۃ الذاکرین ص ۶۲)۔

﴿۲﴾ عن انس قال کنت جالسا مع النبی ﷺ فی

المسجد ورجل یصلی فقال اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاَنَّ لَكَ الْحَمْدُ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اَنْتَ الْحَنَّانُ الْمَنَّانُ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ یَا ذَالْجَلاَلِ وَ الْاِکْرَامِ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ اَسْئَلُكَ فقال النبی ﷺ دعا الله باسمه الاعظم الذی اِذَا دُعِیَ بِهٖ اجاب و اذا سئل به اعطی رواہ الترمذی و ابو داؤد والنسائی و ابن ماجة ۔

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں مسجد میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، ایک شخص نے نماز پڑھی اور یوں دعا مانگی: یااللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کیونکہ تو تمام تعریفوں کے لائق ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو بڑا مہربان، احسان کرنے والا زمین اور آسمانوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ اے بزرگی اور بخشش کے مالک! اے ہمیشہ زندہ رہنے والے اور دنیا کو قائم رکھنے والے اور برقرار رکھنے والے! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس شخص نے اللہ سے اسم اعظم کے واسطے سے دعا مانگی ہے اور اسم اعظم وہ ہے کہ جس کے وسیلے سے دعا مانگی جائے تو قبول کرتا ہے۔ اور جب اس کے واسطے سے سوال کیا جاتا ہے تو عطا فرماتا ہے۔ اس حدیث کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں درج کیا ہے۔ اور حاکم نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ (تحفۃ الذاکرین ص ۶۳)

﴿۳﴾ عن اسما بنت یزید (رضی الله عنها) ان النبی ﷺ قال اسم اللّٰه الاعظم فی هاتین الایتین : وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلاَّ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ فاتحة آل عمران الٓمّٓ اَللّٰهُ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ رواہ الترمذی و ابو داؤد و ابن ماجة والدارمی ۔

اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :اللہ کا بڑا نام (اسم اعظم) ان دو آیتوں میں ہے (۱) (ترجمہ) تمہارا معبود ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بہت رحم کرنے والا اور بہت مہربان ہے۔ (البقرہ ع ۱۹ پ ۲) (۲) سورہ آل عمران کے شروع کی آیت (ترجمہ) الٓمٓ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ہمیشہ زندہ رہنے اور دنیا کو قائم رکھنے والا ہے۔

اس ضمن میں دیگر روایات بھی ہیں لیکن ان میں جرح اور کلام ہے۔ ان تینوں دعاؤں کو پڑھنے سے اسم اعظم کا پڑھنا نصیب ہوگا۔ وللہ الحمد۔

فائدہ: (۱) عام طور پر صوفی اور وجودی اس اکیلے نام کا ذکر کرتے ہیں۔ اللہ اللہ کا ورد کرتے ہیں۔ اس کا رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے ثبوت تو در کنار بلکہ سلف الصالحین القرون مشہود لہم بالخیر میں بھی ہمیں کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ الرد علی المنطقیین ص ۳۵ میں فرماتے ہیں: ۔

فاما الاسم المفرد فلا يكون كلاما مفيدا عند احد من اهل الارض بل ولا اهل السماءِ و ان كان وحده كان معه غيره مضمرًا او كان المقصود به تنبيها او اشارة كما يقصد بالاصوات التى لم توضع لمعنى لانه يقصد به المعانى التى تقصد بالكلام ولهذا عدا الناس من البدع ما يفعله بعض النساك من ذكر اسم " الله " وحده بدون تأليف كلام فان النبى ﷺ قال افضل الذكر لا اله الا الله و افضل الدعاء الحمدلله (رواه

ابو حاتم فی صحیحه) وقال افضل ما قلت اناو النبییون من قبلی لا اله الا اللّٰه وحده لا شریك له له الملك وله الحمد و هو علٰی کل شیٔ قدیر (رواه مالك و غیره) و قد تواتر عن النبی ﷺ انه کان یعلّم امته ذکر اللّٰه تعالٰی بالجمله التامه مثل سبحان اللّٰه والحمد للّٰه و لا اله الا اللّٰه واللّٰه اکبر (رواه مسلم) و فی صحیح مسلم عنه ﷺ انه قال لان اقول سبحان اللّٰه والحمد للّٰه ولا اله الا اللّٰه و اللّٰه اکبر احب الیّ مما طلعت علیه الشمس و قال من کان آخر کلامه لا اله الا اللّٰه دخل الجنة و امثال ذالك فظن طائفة من الناس ان ذکر الاسم المفرد مشروع بل ظن بعضهم افضل فی حق الخاصة من قول لا اله الا اللّٰه و نحوها و ظن بعصهم ان ذکر الاسم المضمر وهو " هو " هو افضل من ذکر الاسم المظهر و اخرجهم الشیطان ان یقولوا لفظالایفید ایمانا و لا هدی بل دخلوا بذالك فی مذهب اهل الزندقة والالحاد اهل وحدة الوجود الذین یجعلون وجود المخلوقات وجود الخالق و یقول احدهم لیس الا " اللّٰه " و"اللّٰه"و نحو ذالك و ربما احتج بعضهم علیه بقوله تعالٰی قل اللّٰه ثم ذرهم فی خوضهم یلعبون 0 و ظنوا انه مأمور بان یقول

الاسم مفردا و انما هو جواب الاستفهام حیث قال اللّٰہ تعالٰی

وَمَا قَدَرُوْاللّٰهَ حَقَّ قَدْرِه اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ

قال اللّٰہ تعالٰی قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِیْ جَآءَ بِه مُوْسٰى نُوْرًا وَّ

هُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَ تُخْفُوْنَ كَثِيْرًا وَ عُلِّمْتُمْ

مَا لَمْ تَعْلَمُوْا اَنْتُمْ وَ لاَ آبَاؤُكُمْ قُلِ اللّٰهُ ای اللّٰہ انزل الکتاب الذی

جاءَ به موسٰی

یعنی لفظ اللہ بغیر کوئی کلمہ ملائے نہ آسمان والوں اور نہ زمین والوں کے نزدیک مفید ہے اور جہاں بھی اکیلا استعمال ہوا ہے تو وہاں اس کے ساتھ کلمہ مضمر ضرور ہے۔یا تو کسی جملے کی طرف تنبیہہ یا اشارہ کی صورت میں ہوگا۔اس لئے لوگوں نے صوفیوں کے عام ذکر "اللّٰہ" کو بغیر کسی اور جملے کے ساتھ، بدعت کہا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ مکمل جملوں کو بیان فرمایا ہے۔مثلاً:۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُلِلّٰهِ وَ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ واللّٰهُ اَكْبَرُ وَلاَ حَوْلَ وَ

لاَقُوَّةَ اِلاَّ بِاللّٰهِ ۔ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَ حْدَهٗ لاَ شَرِيْكَ لَهٗ وغیرہ ۔

جن سے کوئی معنی یا مفہوم ظاہر ہوتا ہو۔آپ ﷺ نے انہی کو اچھا ذکر اور اللہ کے یہاں عمدہ کلمے کہا ہے۔آپ ﷺ نے اسے اپنا اور سابقہ انبیاء کا ذکر بھی فرمایا ہے۔جس کلمے کو انسان کے خاتمے کے وقت جنت میں جانے کا باعث بتلایا ہے وہ بھی لا الہ الا اللہ بتلایا ہے نیز جس کلمے کے کہنے سے ان شاء اللہ جنت میں داخل ہوگا وہ بھی آپ نے " لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ" بتایا ہے۔بعض نے "اللّٰہ" کے نام کے اکیلے ذکر کو شرعی کہا ہے۔اور بعض نے

"ھو ھو" کے ذکر کو اپنے خواص کے لئے مخصوص کیا ہے اور اسے بہت بابرکت سمجھا ہے اسی طرح شیطان نے انہیں اصل ذکر سے گمراہ کر کے (جس سے کوئی صحیح معنی ظاہر ہو یا عقیدے کی تجدید و توثیق ہو) خالی الفاظ کے پھندوں میں پھنسا دیا ہے جن سے نہ یقین کا فائدہ ہو اور نہ ہی ہدایت کا۔ یوں وہ الحاد، زندقہ اور وحدۃ الوجود جیسے مہلک مذاہب میں داخل ہوئے جو مخلوق کے وجود کو خالق کا وجود سمجھتے ہیں۔ (نعوذ باللہ) اور یہ کہتے رہتے ہیں کہ لَیْسَ اِلاَّ اللّٰہُ یعنی اللہ کے سوا کسی کا وجود نہیں۔ اور ان میں سے بعض قرآن کریم کی اس آیت سے دلیل لیتے ہیں کہ قُلِ اللّٰہُ (الانعام ع ۱۱ پ۷) تو کہہ کہ اللہ۔ حالانکہ یہ سراسر اختلاس اور قرآن کریم میں ناجائز تصرف ہے کیونکہ پوری آیت سورہ انعام میں یوں مذکور ہے۔

وَ مَا قَدَرُو اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ اِذْ قَالُوْا مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ عَلٰی بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْکِتَابَ الَّذِیْ جَآءَ بِہٖ مُوْسٰی نُوْرًا وَّ ھُدًی لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَہٗ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَھَا و تُخْفُوْنَ کَثِیْرًا وَّعُلِّمْتُمْ مَالَمْ تَعْلَمُوْا اَنْتُمْ وَ لاَ آبَاؤُکُمْ قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ فِیْ خَوْضِھِمْ یَلْعَبُوْنَ ۔

(الانعام ع۱۱ پ۷)

اور ان (یہودیوں) نے اللہ کی قدر جیسے جاننی چاہیئے تھی نہ جانی۔ جب انہوں نے کہا کہ اللہ نے کسی بھی آدمی پر کچھ نازل نہیں کیا۔ اے پیغمبر! ان سے کہہ دیجئے وہ کتاب کس نے نازل کی جو موسیٰ لائے تھے؟ جو لوگوں کے لئے نور اور ہدایت تھی۔ جسے تم ٹکڑے ٹکڑے کرتے ہو۔ اس کے کچھ حصے کو تو ظاہر کرتے ہو اور اکثر کو چھپاتے ہو اور تم کو وہ باتیں سکھائی گئیں جن کو نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادا۔ کہہ دو اللہ (نے کتاب کو نازل

کیاہے) پھران کو چھوڑدو کہ اپنی بیہودہ بکواس میں کھیلتے رہیں۔

پوری آیت سے بات واضح ہوتی ہے کہ یہ ایک جملے کا جواب ہے اور تنبیہہ کی گئی کہ وہ اللہ کی ذات ہے جس نے اس کتاب کو نازل کیا ہے۔ بہر حال صوفیاء کے اکثر دلائل اسی طرح کے ہوتے ہیں۔ دھوکے اور تحریف پر مبنی۔ واللہ الھادی الی سوآء السبیل۔

فائدہ: (۲) یہ اسم مبارک ذاتی ہے عربی اور دیگر زبانوں میں اسی طرح مستعمل ہے۔ تحریر ہو یا تقریر۔ اللہ کا مترادف لفظ کسی بھی زبان میں نہیں ہے۔ دوسری زبانوں میں جو بھی الفاظ استعمال ہوتے ہیں وہ سب معبود یعنی اِلٰہ کے معنی میں ہیں۔ مصباح اللغۃ ص ۱۵ میں ہے ۔

الا له معبود جمع اِلهه اللّٰه ذات واجب الوجود کانام، اسی طرح فارسی زبان میں خدا کا لفظ ہے لیکن اس سے مراد بھی صفاتی نام ہے۔ غیاث اللغات ص ۱۷۴ میں ہے۔

"خدا بالضم بمعنی مالک و صاحب چوں لفظ خدا مطلق باشد بر غیر ذات باری تعالیٰ اطلاق نہ کنند مگر در صورتیکہ بچیزے مضاف شود چونکہ خداوده خداو گفتہ اند کہ خدا بمعنے خود آیندہ است چہ مرکب ست از کلمہ خود و کلمہ آ صیغہ امر ست از آمدن و ظاہر ست کہ امر بترکیب اسم معنی اسم فاعل پیدا میکند و چوں حق تعالیٰ بظہور خود بدیگرے محتاج نیست لہذا باین صفت خوانند از رشیدی و خیابان و خان آرزو در سراج اللغات نیز از علامہ دوانی و امام فخر الدین رازی ہمین نقل کردہ"

خدا (خ کی پیش کے ساتھ) یعنی مالک اور ساتھی اور اس اکیلے لفظ کا سوا اللہ کی ذات کے اور کسی کے لئے استعمال نہ ہوگا۔ مگر اور لفظ کے ساتھ مضاف کر کے اسے غیر اللہ

کے لئے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً۔ خدا یعنی گھر کا مالک، عزت والا یا دہ خدا بمعنی رئیس وبزرگ (برہان قاطع ص ۲۴۱۔ ۲۴۳ ج ۲)۔ اور کہتے ہیں کہ خدا بمعنی خود آئندہ (خود آنے والا) یہ لفظ مرکب ہے دو کلمات کا "خود" اور "آ" سے "آ" امر کا صیغہ ہے لیکن دوسرے کلمے کے ملنے سے اسم فاعل کے معنے دیتا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی نشانیاں بغیر کسی کی محتاجی کے ظاہر کی ہیں اسی لئے اسے "خدا" کہتے ہیں۔ علامہ محمد حسین البرھان کتاب برھان قاطع ۳۶۲ ج ۱ میں لکھتے ہیں: "وباذال نکتہ دار ہم خواندہ اند" یعنی لفظ خدا کو خذا ذال سے بھی پڑھا جاتا ہے۔ جیسے ہمارے یہاں بلوچ حذا کہتے ہیں۔ اس بحث سے یہ ثابت ہوا کہ یہ لفظ صفاتی ہے اور الٰہ کے مختلف معنوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ:۔ مالک ساتھی، رفیق وغیرہ۔ اور یہ لفظ اسم اللہ کے مترادف یا ہم معنی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فارسی میں لکھتے اور پڑھتے وقت اسم اللہ استعمال ہوتا ہے مگر یہ لفظ یعنی خدا پڑھتے اور لکھتے وقت اِلٰہ کے معنی میں استعمال ہو سکتا ہے۔

اسی طرح انگریزی زبان میں لفظ "گاڈ" "God" بھی اِلٰہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے یعنی معبود۔ مگر لفظ اللہ کا مترادف نہیں۔ المورد انگریزی عربی مصنف منیر البعلبکی ص ۳۹۳ میں ہے۔

﴿۱﴾ الٰہ، رب، معبود ﴿۲﴾ حاکم، قوی۔ (God) God فیروز اللغات ص ۱۰۴۴ میں گاڈ بمعنی خدا لکھا ہے۔ ہیمس شارٹر پرشن انگلش ڈکشنری ص ۲۵۹ میں خدا کے معنی گاڈ "GOD" لکھے ہیں۔

ثابت ہوا کہ انگریزی کا لفظ گاڈ (GOD) بھی الٰہ کے معنی میں ہے، مگر اسم اللہ کا بدل یا مترادف نہیں ہے۔ علامہ مرمدک پکتھال (MARMADU KE

(PIKKTHAL قرآن مجید کے انگریزی ترجمے کے شروع میں ص ۴ پر سورہ فاتحہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

Translator 's note : I have retained the word A LLAH through out because there is no corresponding word in English. The word Allah (the stress is on the last syllable) has neither femenine nor plural and has never been applied to any thing other than the unimaginable supreme being. I have used the word "God" only where the corresponding word Ilah is found in the Arabic

میں نے پورے ترجمے میں لفظ اللہ جوں کا توں رکھا ہے کیونکہ انگریزی زبان میں لفظ اللہ کا کوئی مترادف لفظ نہیں۔ لفظ اللہ کی نہ مؤنث ہے اور نہ ہی اس کی جمع ہے۔ یہ لفظ سوائے اس اعلیٰ و برتر ہستی کے، جس کی ذات کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کسی اور کے لئے کبھی استعمال نہیں ہو سکتا۔ میں نے اپنے ترجمے میں لفظ گاڈ (GOD) صرف وہاں استعمال کیا ہے جہاں اس کا مترادف لفظ الٰہ عربی میں استعمال ہوا ہے۔

گذشتہ صفحات میں یہ بحث ہو چکی کہ لفظ اللہ کا کوئی اشتقاق نہیں، نہ اس کی مؤنث ہے نہ تثنیہ اور نہ ہی اس کی جمع ہے۔ جبکہ لفظ الٰہ کا اشتقاق بھی ہے اور اس کے لئے تثنیہ اور جمع کے الفاظ بھی ہیں۔

مترجم موصوف نے جہاں بھی لفظ اللہ آیا ہے وہاں انگریزی میں بھی وہی لفظ لکھا ہے۔ باقی لفظ الٰہ کے معنی گاڈ (GOD) لکھے ہیں۔ کچھ مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) وَمَا مِنْ اِلٰہٍ اِلاَّ اللّٰہُ وَ اِنَّ اللّٰہَ لَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ

(آل عمران ع٦ پ ٣)

No god save Allah and the Allah is the mighty, the wise.ص٨٩

(٢) وَقَالَ اللّٰہُ لَا تَتَّخِذُوْا اِلٰھَیْنِ اثْنَیْنِ اِنَّمَا ھُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ فَاِیَّایَ فَارْھَبُوْنِ ۔ (النحل ع٧ پ ١٤)

Allah hath Said: Choose not two Gods, there is one God, so of Me, Me only, be in awe.

(٣) فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَااِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ (محمد ع ٢ پ ٢٦)

So know (O Muhammad) that there is no God save Allah

(pag 684)

اس آیت میں دونوں نام ذکر کئے گئے ہیں۔اسم مبارک اللہ کو اصل لفظ سے ادا کیا گیا ہے اور لفظ الٰہ کا ترجمہ گاڈ(GOD) یعنی معبود کیا گیا ہے۔اس لئے انگریزی میں لکھتے اور پڑھتے وقت لفظ اللہ کو بھی (ALLAH) ہی لکھا اور پڑھا جائیگا۔ مگر لفظ الٰہ کے معنی میں لفظ (God) استعمال کیا جا سکتا ہے۔اسی طرح ہندی اور سنسکرت زبانوں میں بھی اسم اللہ کا کوئی مترادف نہیں۔ پرمیشور، پرماتما، ایشور اور بھگوان ان میں سے بھی کوئی لفظ، لفظ اللہ کا متبادل نہیں۔

پرمیشور کے معنی سر تاج اللغہ ص٢٢٠ میں خدا اور پرماتما، اور فیروز اللغات ص ٣٢٥ میں اعلیٰ روح اور خدا لکھا ہے۔ ایشور کے معنی سر تاج اللغہ ص ١٤٢ اور فیروز اللغات ص ١٦٩ میں خدا لکھا ہے اور بھگوان کے معنی فیروز اللغات ص ٢٦٦ میں خدا تحریر ہے۔

سوامی دیانند ستھیارتھ پرکاش ص ۲۴ میں لکھتے ہیں، بھج بمعنے خدمت و پرستش، جس کے اختیار میں تمام دولت و قدرت ہے اور جو پرستش کے قابل ہے، وہ ایشور بھگوان کے نام سے موسوم ہے۔ تمام الفاظ جن کے معنی اوپر لکھے گئے ہیں اگر ان کو تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی وہ لغایۃ (آخر کار) لفظ الٰہ کے مترادف ہوں گے۔ لیکن اگر لفظ بھگوان کا تجزیہ کیا جائے تو سنسکرت زبان میں اس کے معنی اور ہوتے ہیں۔ یہ لفظ دو الفاظ کا مرکب ہے۔ ایک "بھگ" جس کے معنی فیروز اللغات ص ۲۶۵ میں ہے۔ عورت کی اندام نہانی اور دوسرا لفظ "وان" جس کے بارے میں ص ۲۶۰ میں لکھا ہے کہ یہ ہندی کا لفظ ہے اور مذکر ہے اور معنی ہیں "والا" کسی اہم اسم کے ساتھ اس کے آخر میں استعمال ہوتا ہے۔ اس طرح بھگوان کے معنے ہوں گے "زنانہ مخصوص عضو والا"۔ اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ ہندو "لنگ" یا دیویوں کی پوجا بھی کرتے ہیں جبکہ دیوی، دیوتا کی مؤنث ہے بمعنی کنواری، رانی پاکباز اور نیک خاتون (سر تاج اللغات ص ۴۱۷۔ فیروز اللغات ص ۶۸۰) اور دیوتا ہندی لفظ ہے۔ جس کے معنی خدا کا اوتار، بزرگ اور فرشتہ کے ہیں۔ (فیروز اور سر تاج صفحہ مذکورہ) الغرض سنسکرت میں بھی اسم ذاتی اللہ ہی لکھنا ہوگا۔ اور اوپر ذکر کئے گئے کسی بھی نام کو اللہ کے مترادف سمجھنا یا لفظ اللہ کی جگہ لکھنا اور پڑھنا غلط ہوگا۔

عبرانی یا سریانی زبان میں لفظ "ایل یا ال" مستعمل ہے مگر اس میں بھی ربوبیت کے معنی ہیں، اس لئے وہ بھی الٰہ یا رب کا ترجمہ ہوگا۔ مگر اسم اللہ کا کوئی مترادف نہیں کیونکہ ال بمعنی الربوبیۃ ہے۔ لسان العرب ص ۲۶ ج ۱۱ میں ہے:

قال الفراءُ الال القرابة والذمة العهد و قيل هو من اسماءِ الله عزوجل قال وهذا ليس بالوجه لان اسماء الله تعالىٰ معروفة

كما جاءَ ت فی القرآن و تلیت فی الاخبار قال ولم نسمع الداعی یقول فی الدعاءِ یا ال كما یقول یا الله و یا رحمن و یارحیم و یا مؤمن یا مهیمن ۔

استاد فراء کا کہنا ہے کہ لفظ "ال" بمعنی قرابت (رشتہ داری) اور ذمہ داری اور عہد واقرار کے لئے بھی ہے۔اور کہا گیا ہے کہ "ال" اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ہے۔ حالانکہ یہ بات درست نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نام مشہور و معروف ہیں۔ جیسا کہ ان کا بیان قرآن وحدیث میں ہے۔ مگر کسی میں بھی یہ نام نہیں۔اسی طرح دعامانگنے والے یااللہ یارحمٰن یارحیم وغیرہ۔ناموں سے پکارتے ہیں، مگر کسی بھی دعامانگنے والے سے کبھی یاال نہیں سنا۔امام راغب "المفردات" ص ۱۹ میں فرماتے ہیں و قیل إل إیل اسم الله تعالی ولیس ذالك بصحیح کہا گیا ہے کہ إل اور إیل اللہ کے نام ہیں مگر یہ بات درست نہیں۔ بہر حال یہ بات ثابت ہوئی کہ کسی بھی زبان میں اسم اللہ کے لئے کوئی بھی مترادف لفظ نہیں۔جو بھی الفاظ ذکر کئے گئے ہیں ان سب کے اشتقاق ہیں اور ان کے مؤنث اور تثنیہ اور جمع کے صیغے بھی ہیں۔ مگر اسم اللہ کے لئے نہ مؤنث ہے نہ تثنیہ یا جمع اور نہ ہی اشتقاق، جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔اس لئے ہر زبان میں لفظ اللہ اپنی اصلی حالت میں پڑھا جائیگا اور لکھا جائے گا ۔البتہ دیگر صفات کا ترجمہ دوسری زبانوں میں ہو سکتا ہے۔

[تنبیہ :۔اس بحث سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ لفظ "اللہ" کا ترجمہ ممکن نہیں ہے اور جو لوگ اللہ کا ترجمہ خدایا گاڈ (God) کے الفاظ کے ساتھ کرتے ہیں تو یہ ان کی بہت بڑی غلطی ہے۔اسی طرح خدایا گاڈ (God) اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں سے بھی نہیں ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ کو ان ناموں سے پکارنا بھی غلط ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں

اور یہ نام ان میں شامل نہیں ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کو اسماء الحسنٰی ہی سے پکارنے کا حکم دیا گیا ہے لہٰذا ذات باری تعالیٰ کو "اللہ" کہہ کر یاد کیا جائے اور یا پھر کسی صفاتی نام سے پکارا جائے]۔(ابو جابر عبداللہ دامانوی)۔

فائدہ ۳ اسم شریف اللّٰہ تمام اسماء الحسنٰی کے معنوں کو مستلزم ہے اور اجمالی طور پر ان سب پر دلالت کرتا ہے اور دیگر سب اسماء اس کی تشریح ہیں (مدارج السالکین لابن القیم ص ۳۲ ج ۱)۔

﴿۲-۳﴾الرَّحمٰن الرَّحیم۔ (بہت بڑا مہربان۔ نہایت رحم والا)

امام بخاری اپنی صحیح میں ص ۶۴۲ ج ۲ کتاب التفسیر کے آغاز میں فرماتے ہیں: الرحمن الرحیم اسمان من الرحمة الرحیم والراحم بمعنیٰ واحد کالعلیم والعالم ۔ یہ دونوں نام رحمت (مصدر) سے مشتق ہیں۔ رحیم اور راحم (رحم کرنے والا) ہم معنی ہیں۔ جیسے علیم اور عالم بمعنی علم رکھنے والا یا جاننے والا۔

امام اللغہ اسماعیل الجوہری الصحاح ص ۱۹۲۹ ج ۵ میں فرماتے ہیں:۔

الرحمن الرحیم اسمان مشتقان من الرحمة و نظیرهما فی اللغة ندیم و ندمان و هما بمعنیٰ واحد ویجوز تکریر الاسمین اذا اختلف اشتقاقهما علیٰ جهة التوکیه کما یقال فلان جادٌّ مُجدٌّ الا ان الرحمٰن اسم مختص للّٰه تعالیٰ ولایجوز ان یسمی به غیره الا تریٰ انه تبارك وتعالیٰ قال " قُلِ ادعُوااللّٰه أودعوا الرَّحمٰن" فعادل به الاسم الذی لا یشرکه فیه غیره "۔

دونوں صفات رحمت سے مشتق ہیں اور لغت میں ان کی نظیر موجود ہے جیسے ندیم اور ندمان یعنی نادم اور پشیمان اور دونوں ہم معنی ہیں۔ دوناموں کا تکرار تاکید کی خاطر جائز ہے حالانکہ دونوں کا اشتقاق اگر مختلف بھی ہو جیسے فلان جاد مجد (بمعنیٰ مجتهد اور محقق) فرق صرف یہ ہے کہ اسم الرحمٰن خاص اللہ کے لئے ہے۔ کسی اور کے لئے اس کا استعمال جائز نہیں، یہی سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے نام کے ساتھ شامل کیا ہے۔ جیسے فرمایا:

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ (بنی اسرائیل ع ۱۲ پ ۱۵)

اے نبی کہہ دیجئے کہ اللہ کو اللہ کے نام سے پکارو یا رحمٰن کے نام سے پکارو۔

یہاں اس نام (الرحمٰن) کو اپنے ذاتی نام کے برابر کیا ہے جس میں اور کوئی شریک نہیں۔ مسیلمہ کذاب کو اس کے پیروکار "رحمان الیمامہ" کہہ کر پکارتے تھے مگر محض اسلام سے مذاق اور استہزا کی خاطر۔

تفسیر اسماء اللّٰہ الحسنیٰ للزجاج ص ۲۹ اور لسان العرب ص ۲۳۰ جلد ۱۲ میں ہے:

واللّٰه الرحمن الرحيم بنيت الصفة الاولىٰ علىٰ فعلان لان معناه الكثرة و ذالك لان رحمته و سعت كل شيء وهو ارحم الراحمين فاما الرحيم فانما ذكر بعد الرحمٰن لان الرحمٰن مقصود على اللّٰه عزوجل و الرحيم قد يكون لغيره ...... و معناه عند اهل اللغة ذوالرحمة التى لا غاية بعدها فى الرحمة لان فعلان بناءُ من ابنية المبالغه و رحيم فعيل بمعنىٰ فاعل كما قالوا

سمیع بمعنیٰ سامع و قدیر بمعنی قادر ۔

صفت الرحمٰن فعلان کے وزن پر ہے اور وہ ان صیغوں میں سے ہے جو مبالغہ کے معنی کے لئے استعمال ہوتے ہیں وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ یعنی بہت زیادہ رحمت کیونکہ اس کی رحمت ہر چیز کو شامل ہے۔ (اعراف ع۱۹پ۹)۔ اور وہ تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ وَهُوَ اَرْحَمُ الراحِمِیْنَ (یوسف ع ۸ پ ۱۳) اس لئے اہل لغت نے اس مبارک نام کا ترجمہ کیا ہے کہ وہ ذات جس کی رحمت کی کوئی انتہا نہ ہو۔ صفت رحیم بروزن فعیل فاعل کے معنی میں ہے مثلاً: راحم یعنی رحم کرنے والا یا سمیع بمعنی سامع (سننے والا) اور قدیر بمعنی قادر یعنی قدرت رکھنے والا۔

ناظرین ! الرحمۃ کا معنی لغت میں یوں ہے: الرقة والمغفرة والتعطف (القاموس ص ۸۱۷ ج ٤)۔ دل کا نرم ہونا، معاف کرنا اور رحم کرنا۔ رقت کا تقاضا ہے کہ احسان اور نیکی کرنا۔ اس سے نرم دلی اور کبھی احسان کرنا بھی مراد لیا جاتا ہے اور اللہ کی رحمت اس کا احسان اور مخلوق سے اس کی رقت قلبی مراد ہے (تاج العروس ص ۱۳۵ ج ۸)۔
بخشنا اور معاف کرنا تو اس کی صفت خاصہ ہے۔ رحم کرنا بھی اس کی شان ہے۔

راقم الحروف کا کہنا ہے کہ اہل سنت اھل حدیث یعنی سلف صالحین کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں، بے مثال ہے ۔ رحمت لفظ کے معانی تو معلوم ہیں لیکن کیفیت کے ادراک سے مخلوق عاجز ہے۔

لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ وَّ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (شوریٰ ع ۲ پ ۲۵)
اس جیسی کوئی چیز نہیں۔ اور وہ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔

اسی طرح وہ رحمان ورحیم تو ضرور ہے لیکن اس کی رحمت کی وسعت کا کسی کو اندازہ نہیں۔

فصل:۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ لفظ رحمٰن کا کوئی اشتقاق نہیں کیونکہ وہ خاص اللہ کا نام ہے اور اگر وہ رحمت سے مشتق ہوتا تو کافر انکار نہ کرتے۔ قرآن میں ہے:

وَاِذَاقِيۡلَ لَهُمُ اسۡجُدُوۡالِلرَّحۡمَانِ قَالُوۡا وَمَا الرَّحۡمٰنُ (الفرقان ع ٥ پ ١٩)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رحمان کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں کہ رحمٰن کیا ہے؟

لیکن یہ صحیح نہیں۔ بلا شبہ یہ اللہ کا خاص نام ہے لیکن اشتقاق سے مانع نہیں اور کافروں کا انکار محض کفر اور عناد کی بناء پر ہے۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں: وَ هُمۡ يَكۡفُرُوۡنَ بِالرَّحۡمٰنِ (الرعد ع ٤ پ ١٣) وہ رحمان کا انکار کرتے ہیں

جمہور کا مسلک یہ ہے کہ یہ الرحمۃ سے مشتق ہے اور مبنی علی المبالغہ ہے، یعنی جس کی رحمت کی کوئی مثال نہیں۔ اس لئے اس نام کے لئے رحیم کی طرح نہ جمع ہے نہ تثنیہ۔ اشتقاق کے لئے یہ بھی دلیل ہے کہ سنن ترمذی میں (ص ١٣ ج ٢) عبداللہ بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے میں نے سنا:

قال اللّٰه تبارك و تعالىٰ انا اللّٰه و انا الرحمن خلقت الرحم و شققت لها من اسمى فمن و صلها و صلته و من قطعها بتته۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے میں اللہ ہوں اور میں رحمٰن ہوں اور رحم کو میں نے پیدا کیا ہے اور اس کا نام (رحم) اپنے نام (رحمان) سے چیر کر نکالا ہے۔ پس جس نے اسے (رحم) کو ملایا تو میں بھی اسے ملاؤں گا اور جس نے اسے قطع کیا تو میں بھی اسے قطع کروں گا۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور فرماتے ہیں کہ اس باب میں ابوسعید خدری، عبداللہ بن ابی اوفیٰ، عامر بن ربیعہ، ابوھریرہ اور جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث منقول ہیں۔ یہ حدیث اشتقاق کے بارے میں نص صریح ہے۔ اس لئے انکار یا مخالفت کی کوئی گنجائش نہیں۔ (القرطبی ص ۱۰۳۔۱۰۴ ج ۱)۔

فصل :۔ دونوں اسم مبارک ہم معنی ہیں اور اللہ کے فضل ورحم پر دلالت کرتے ہیں مگر ہر ایک میں معنی کے لحاظ سے کوئی نہ کوئی خوبی ہے۔ اسی لئے دونوں نام یہاں ایک ساتھ آئے ہیں۔

امام ابواسحٰق الزجاج شرح اسماء اللہ الحسنیٰ ص ۲۸ میں فرماتے ہیں:

قال بعض اهل التفسير الرحمٰن الذى رحم كافة خلقه بان خلقهم و اوسع عليهم فى رزقهم والرحيم خاص فى رحمته لعباده المؤمنين بان هداهم الى الايمان هو يثيبهم فى الاخرة الثواب الدائم الذى لا ينقطع ...... فاما الفائدة فى إعادة هاتين اللفظتين مع الاشتقاق واللفظ واحد فهى لما ذكرناه من تزايد معنى فعلان فى رحمٰن وعمومه فى الخلق كلهم الاترىٰ ان بناءَ فعلان انما هو لمبالغة الوصف يقال فلان غضبان واناء ملآن وانما هو للممتلى غضباً وماءً ا فلهذا حسن الجمع بينهما و فيه وجه آخر وهو انه انما حسن ذالك لما فيه التاكيد من التكرير ـ

بعض مفسرین کا قول ہے کہ رحمٰن وہ ہے جو کہ پوری مخلوق پر رحم کرتا ہے، جس نے ان سب کو پیدا کیا اور ان کے لئے روزی کو کشادہ کیا اور رحیم وہ ہے جس کی رحمت خاص اپنے مؤمن بندوں کے لئے ہے جس نے ان کو ایمان کا راستہ دکھایا اور آخرت میں ان کو دائمی ثواب اور اجر عطا فرمائیگا جو ختم نہ ہونے والا ہے۔

مستدرک حاکم (ص ۵۱۵ ج ۱) میں ایک دعا مذکور ہے جس کے الفاظ ہیں:

رحمٰن الدنیا و الاخرۃ و رحیمھما۔اے دنیا و آخرت میں رحمٰن و رحیم۔باوجود ایک لفظ سے مشتق ہونے کے، دونوں کو یہاں الگ الگ ذکر کرنے میں حکمت یہ ہے کہ رحمٰن بروزن فعلان میں مبالغہ کا معنی ہے مثلاً فلان غضبان (فلاں غضبناک ہے) واناء ملیان (برتن بھرا ہوا ہے)۔اس صورت میں کہتے ہیں جب آدمی غصے سے اور برتن پانی سے بھرا ہوا ہو۔ان دونوں ناموں کا ملاپ انتہائی خوبی کا باعث ہے۔دوسرا سبب یہ ہے کہ تکرار سے تاکید کے معنی نکلتے ہیں۔امام بیہقی کتاب الاسماء والصفات ص ۵۰۔۴۹ میں تحریر کرتے ہیں کہ:

قال الحلیمی فی معنی الرحمن انه المزیح للعلل و ذالك انه لما اراد من الجن والانس ان یعبدوه یعنی لما اراد ان یامر من شاء منهم بعبادته عرفهم وجوه العبادات و بین لهم حدودها و شروطها و خلق لهم مدارك و مشاعر و قوىٰ و جوارح و خاطبهم و كلفهم و بشرهم وانذرهم وامهلهم و حملهم دون ما تتسع له بنیتهم فصارت العلل مزاحة وحجج العصاة

والمقصرین منقطعة وقال فی معنی الرحیم انه المثیب علی
العمل فلا یضیع لعامل عملاً ولا یهدر لساع سعیا وینیله بفضل
رحمته من الثواب اضعاف عمله۔

امام ابو عبداللہ الحلیمی الجرجانی فرماتے ہیں:۔ رحمان وہ ہے جو تمام اسباب کو ظاہر کرے مثلاً انسان اور جنوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا اور ان کو حکم بھی اسی نے دیا اور اسی سبب (عبادت) کو پوری طرح واضح کیا۔ عبادت کے طریقے، حدود اور شرائط بتلائے اور ان کے لئے جوارح اور قوتیں پیدا کیں، مقامات، اور علامات مقرر کیں اور ان کو مخاطب کر کے عبادت کا وزن ان پر ڈالا۔ (قبول کرنے کی صورت میں) خوشخبری دی اور (نہ قبول کرنے کی صورت میں) ڈرایا۔ اور سوچنے سمجھنے کے لئے مہلت دی۔ اس طرح ان کی پیدائش کے سبب (عبادت) کی خوبی ظاہر ہوئی۔ نافرمان اور گناہ گاروں کے لئے اتمام حجت ہو گئی۔

رحیم وہ ہے جو ہر عامل کو اس کے عمل پر پورا اجر دے اور کسی کا عمل ضائع نہ کرے اور نہ اسکی کوششوں کو ختم کرے بلکہ اپنی رحمت سے دوگنے درجات دے۔

امام خطابی سے نقل کرتے ہیں:۔

فالرحمٰن ذوالرحمة الشامل التی وسعت الخلق فی ارزاقهم
واسباب معایشهم ومصالحهم و عمت المؤمن والکافر
والصالح و الطالع واما الرحیم فخاص للمؤمنین لقوله وَ کَانَ
بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْماً

رحمان وہ ہے جس کی رحمت تمام مخلوقات پر محیط ہے جس میں مؤمن، کافر صالح وغیر صالح

سب شامل ہیں۔ جو سب کو رزق مہیا کرے اور ان کے لئے معاش و ضروریات کا اہتمام کرے اور رحیم کی صفت صرف مؤمنین کے لئے ہے جیسے قرآن میں ہے (ترجمہ) وہ مؤمنوں کے لئے مہربان ہے (الاحزاب ع٦ پ ٢٢)۔

امام غزالی المقصد الاسنیٰ ص ٣٥ میں لکھتے ہیں:

فالرحمٰن هو العطوف على العباد بالايجاد اولاً و بالهداية الى الايمان واسباب السعادة ثانياً والاسعاد فى الاخرة ثالثاً والانعام بالنظر الى وجهه الكريم رابعاً

دونوں اسماء میں فرق یہ ہے کہ الرحمٰن اپنے بندوں پر ہر طرح سے مہربان ہے مثلاً

اولاً: انہیں وجود بخشا۔ **ثانیاً:** انہیں ایمان کی طرف ہدایت کی اور نیک بختی اور سعادت حاصل کرنے کے اسباب سے مطلع کیا۔ **ثالثاً:** آخرت میں انہیں سعادت عطا فرمائے گا۔ **رابعاً:** اپنے بندوں کو اپنی زیارت کا شرف عطا فرمائے گا۔ تفسیر قرطبی میں ص ١٠٥ ج ١ میں ہے:۔

وقال العزرمى الرحمن بجميع خلقه فى الامطار و نعم الحواس والنعم العامة والرحيم بالمؤمنين فى الهداية لهم واللطف بهم وقال ابن المبارك الرحمان اذا سئل اعطىٰ والرحيم اذا لم يسئل يغضب ـ

علامہ عزرمی کا کہنا ہے "رحمٰن" وہ ہے کہ جس کے لطف وکرم سے سب خواہ

دوست ہوں یا دشمن برابر مستفید ہوں۔ مثلاً بارش اور انسانی حواس (بصارت، سماعت وغیرہ) اور اسی طرح دوسری عام نعمتیں۔ رحیم وہ ہے جو مؤمنوں کے لئے خصوصی طور پر مہربان ہے۔ مثلاً انہیں ہدایت کرنا اور ان پر خصوصی نوازش کرنا۔ عبداللہ بن مبارکؒ کہتے ہیں کہ رحمان وہ ہے کہ جب بھی اس سے مانگا جائے تو بخش دے اور رحیم وہ ہے کہ جب اس سے سوال نہ کیا جائے تو وہ ناراض ہو جائے"۔ لسان العرب (ص ۲۳۰ ج ۱۲) میں ہے:۔

قال الفارسی انما قیل بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم فجیئ بالرحیم بعد استغراق الرحمان معنی الرحمة لتخصیص المؤمنین به و فی قوله تعالیٰ : ۔ وَكَانَ بِالْمُؤمِنِيْنَ رحیما کما قال (اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ) ثُمَّ قَالَ (خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ) فخص بعدان عم لمافی الانسان من وجوه الصناعة و وجوه الحکمة ونحوه کثیراً

ابو علی فارسی فرماتے ہیں:۔ اگرچہ اسم الرحمان میں استغراق کے معنی ہیں یعنی رحمت عام ہے تاہم اپنی خاص رحمت کا ذکر کرنے کے لئے صفت رحیم کا ذکر فرمایا۔ قرآن میں ہے:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ (العلق پ ۳۰) اپنے پروردگار کے نام سے پڑھ جس نے عالم کو پیدا کیا۔

یہاں لفظ "خلق" میں عام پیدائش کا ذکر ہے جس میں انسان اور دیگر مخلوق شامل ہے، تاہم اس کے بعد انسان کی تخصیص کی۔ فرمایا خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ یعنی انسان کو

خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ اس لئے کہ انسان کی پیدائش میں اللہ تعالیٰ کی حکمت و قدرت اور صناعی کی کافی نشانیاں ہیں اس قسم کی دیگر مثالیں بھی ہیں۔ حافظ ابن قیم (بدائع الفوائد ص ۲۴ ج ا میں) فرماتے ہیں:۔

ان الرحمٰن دال علیٰ الصفة القائمة به سبحانه والرحیم دال علیٰ تعلقها بالمرحوم فکان الاول للوصف والثانی للفعل فالاول دال علی ان الرحمة صفة والثانی دال علی انه یرحم خلقه برحمته و اذا اردت فهم هذا فتأمل قوله " وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا " انه بهم رؤف رحیم و لم یجیء قط رحمن بهم فعلم ان الرحمٰن هو الموصوف بالرحمة و الرحیم هو الراحم برحمته ۔

اسم رحمٰن اس طرف رہنمائی کرتا ہے کہ رحمت اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جو اس کی ذات سے قائم ہے اور اسم رحیم اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کی رحمت کا تعلق مرحوم سے ہے یعنی جس پر رحمت کرے۔ اس وجہ سے پہلے نام میں اس کی صفت ذاتی ہے یعنی وہ خود مہربان ہے اور مؤخر الذکر میں صفت بطور فعل ہے یعنی عملاً اپنی مخلوق کے لئے رحم کرنے والا ہے۔

ان عبارات سے یہ بات واضح ہوئی کہ دونوں اسم رحمت سے مشتق ہیں اور دونوں میں مبالغہ کے معنی ہیں، مگر دونوں میں الگ الگ خصوصیات ہیں اور ان دونوں کا جمع ہونا انتہائی موزوں اور جامعیت کے لحاظ سے مناسب ہے۔ الرحمٰن کو الرحیم سے مقدم

کرنے میں بھی یہی حکمت ہے۔ عام کے بعد خاص کا ذکر کیا گیا تا کہ یہ بات واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ مہربان تو سب کے لئے ہیں لیکن خصوصی مہربانی صرف مؤمنین کے لئے ہے۔ اس لئے اس میں ایمان کی ترغیب ہے۔ امام ابن خالویہ کی نظر میں اس کا دوسرا سبب بھی ہے۔ چنانچہ "اعراب ثلاثین سورۃ من القرآن" ص ۱۳ میں فرماتے ہیں۔

وقدم الرحمٰن علی الرحیم لان الرحمٰن اسم خاص للّٰہ و الرحیم اسم مشترك ۔ یقال رجل رحیم و لا یقال رحمٰن فقدم الخاص علی العام ۔

الرحمٰن کو الرحیم سے پہلے ذکر کرنے میں یہ حکمت ہے کہ الرحمٰن خاص اللہ کا نام ہے اور کوئی دوسرا اس میں شریک نہیں جبکہ الرحیم مشترک ہے اور اس کا اطلاق دوسروں پر بھی ہو سکتا ہے۔ مثلاً" رجل رحیم "مگر " رجل رحمٰن "غلط ہو گا۔ اس لئے اللہ کا خاص نام عام اور مشترک سے پہلے لایا گیا ہے تا کہ معلوم ہو کہ یہاں رحیم صفت صرف اللہ کی ہے نہ کہ کسی اور کی ۔ علامہ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی "واضح البیان فی تفسیر ام القرآن" ص ۶۵ پر ایک اور سبب بیان کرتے ہیں :۔ رحمٰن کو رحیم پر دیگر آیات کے فواصل (وزن) کی موافقت کے لحاظ سے مقدم کیا گیا ہے

فائدہ:۔ بعض کا خیال ہے کہ الرحمٰن غیر عربی لفظ ہے لیکن یہ بات درست نہیں۔ (القرطبی ص ۱۰۴ ج ۱)۔ قرآن کریم میں کوئی غیر عربی لفظ نہیں البتہ بعض ایسے الفاظ ہو سکتے ہیں کہ جو عربی اور دیگر زبانوں میں مشترک ہوں۔ تفصیل کیلئے (الاتقان للسیوطی ج ۱ ص ۱۳۷، ۱۳۶) کی طرف رجوع کریں۔

فصل:۔ ہر سورۃ کا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع ہونا، اس میں براعۃ الاستھلال

ہے یعنی یہ احکام مہربان اور رحم کرنے والے بادشاہ کے ہیں اور اسکے تمام قوانین رحم پر مبنی ہیں اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو کہ ناانصافی پر مبنی ہو۔ تاکہ قاری اس کو شوق و محبت کیساتھ پڑھے۔ یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں اور رحمتیں اس دریا کی مانند ہیں کہ جس کا کوئی کنارہ نہ ہو۔ ابوداؤد میں ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

والذی بعثنی بالحق لّلہ ارحم بعبادہ من ام الافراخ بفرخھا

(مشکوٰۃ ص۲۰۸)

اس ذات کی قسم کہ جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے کہیں زیادہ مہربان ہے کہ جو محبت ماں اپنے بچوں سے رکھتی ہے۔

بخاری و مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان للّٰہ مائۃ رحمۃ انزل منھا رحمۃ واحدۃ بین الجن والانس و البھائم و الھوام فبھا یتعاطفون و بھا یتراحمون و بھا تعطف الوحش علی ولدھا و اخر تسع و تسعین رحمۃ یرحم بھا عبادہ یوم القیامۃ ۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سو حصوں میں سے صرف ایک حصہ دنیا کی طرف نازل کیا گیا ہے۔ اس رحمت کے سبب جن وانس جانور اور زہریلے جانور آپس میں پیار کرتے ہیں ماں اپنے بچے پر اس رحم کے حصے سے محبت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے ننانوے حصے اپنے پاس رکھے ہیں اور انہی سے اپنے بندوں پر قیامت کے دن رحم فرمائے گا۔

گویا کہ دنیا میں جس کسی کے پاس اگر رحم کا ذرہ بھی موجود ہے تو وہ اللہ کی رحمت کے نتیجے میں ہے۔ مثلاً والدین کا اولاد پر مہربان ہونا۔ حاکم کا رعیت پر اور دوست کی دوست

کے ساتھ مہربانی اللہ کی رحمت ہی کی وجہ سے ہے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی ظالم مظلوم پر رحم کھاتا ہے تو وہ رحم بھی اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈالا گیا ہے۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی شان یوں بیان فرمائی۔

وَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ (توبہ ع١٦ پ١١)۔

وہ مؤمنوں کے لئے بڑے شفیق اور مہربان ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا اپنی امت کے لئے اس قدر مہربان اور شفیق ہونا بھی اللہ کی رحمت کی وجہ سے ہے کہ اس نے آپکی طبیعت اور فطرت ہی ایسی بنادی۔ جیسے فرمایا:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ (آل عمران ع ١٧ پ ٤)

اے پیغمبر! یہ اللہ کی رحمت ہے کہ تو ان کے لئے نرم ہوا۔ خاوند اور بیوی کے درمیان رحمت بھی اسی کی نشانیوں میں سے ہے۔

وَ مِنْ اٰيَاتِهٖ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً (الروم ع ٣ پ ٢١)۔

اور یہ اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں تاکہ ان سے سکون حاصل کر سکو۔ اور تم میں محبت اور مہربانی پیدا کر دی۔

الغرض کسی سے بھی اگر کوئی مہربانی ہو یا کوئی نعمت حاصل ہو تو یہ سب رب العالمین کی رحمت کا کرشمہ ہے۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لو يعلم الكافر ما عنداللّٰه من الرحمة ما قنط من جنته احد

(مشکوٰۃ ص ٢٠٧ بحوالہ بخاری و مسلم)

یعنی اگر کافر کو اس کی رحمت کا علم ہو جائے تو اس کی جنت سے کوئی ناامید نہ ہو۔

قرآن کریم کا اگر مطالعہ کیا جائے تو بات منکشف ہو گی کہ ہر نعمت اس کی رحمت کا نتیجہ ہے: مثلاً مشکل کشائی

وَ لَوْ رَحِمْنَاهُمْ وَ كَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ (المؤمنون ع٤ پ١٨)

اور اگر ہم ان پر رحم کریں اور جو تکلیفیں ان کو پہنچ رہی ہیں وہ دور کر دیں۔ بیوی اور اولاد بخشنا یا بیماری سے شفا دینا جیسے ایوب علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:۔

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَ كَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّ اٰتَيْنَاهُ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ ذِكْرٰى لِلْعَابِدِيْنَ (الانبیاء ع ٦ پ١٧)

پھر ہم نے ان کی دعا قبول کی اور جو ان کو تکلیف پہنچی تھی وہ دور کر دی اور ان کو بال بچے بھی عطا فرمائے اور اپنی مہربانی سے ان کے ساتھ اتنے ہی اور بھی بخشے اور عبادت کرنے والوں کے لئے یہ نصیحت ہے۔

یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے آزادی اللہ ہی کی رحمت سے ملی۔

لَوْ لَاۤ اَنْ تَدَارَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ (القلم ع ٢ پ٢٩)

اگر اس کو اپنے پروردگار کی طرف سے رحمتیں نہ پہنچتیں۔

= امن دینا۔ حفاظت کرنا =

هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَا اَمِنْتُكُمْ عَلٰى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا وَّ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ (یوسف ع٨ پ١٣)

یعقوبؑ نے کہا اس کے بارے میں تمہارا ویسا ہی اعتبار کرتا ہوں جیسا پہلے اس کے بھائی کے بارے میں کیا تھا۔ تو اللہ ہی بہتر نگہبان ہے اور وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا

ہے

= نقصان اور خسارہ سے بچنا =

لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَ يَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الخَاسِرِيْن

(الاعراف ع۱۸ پ۹)

اگر ہمارا پروردگار ہم پر رحم نہیں کریگا اور ہم کو معاف نہیں فرمائے گا تو ہم ضرور خسارہ میں رہیں گے۔

= قرآن کا نازل کرنا =

تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ كِتَابٌ فُصِّلَتْ اٰيَاتُهٗ

(حٰمٓ سجدہ ع۱ پ۲۴)

اس کتاب کا نازل ہونا اللہ بڑے مہربان اور رحم کرنے والے کی طرف سے ہے۔ ایسی کتاب جس کی آیتیں واضح ہیں۔

= سواریوں کا انتظام کرنا =

وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بَالِغِيْهِ اِلاَّ بِشِقِّ الْاَنْفُسِ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَؤُفٌ رَّحِيْمٌ (النحل ع۱ پ۱۴)

اور وہ تمہارے بوجھ ایسے شہر کو لے جاتے ہیں کہ جہاں تم بغیر سخت جانفشانی کے نہیں پہنچ سکتے۔ واقعی تمہارا رب شفقت کرنے والا اور مہربان ہے۔

رَبُّكُمُ الَّذِىْ يُزْجِىْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِى الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ اِنَّهٗ

كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا (بنی اسرائیل ع ۷ پ ۱۵)

تمہارا پروردگار وہ ہے جو تمہارے لئے دریا میں کشتیاں چلاتا ہے تاکہ تم اسکا فضل تلاش کرو۔ بے شک وہ تم پر مہربان ہے۔

= توبہ کی توفیق دینا اور قبول کرنا =

فَتَلَقّٰى آدَمُ مِنْ رَّبِّه كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

(البقرہ ع ٤ پ ١)

پھر آدم نے اپنے پروردگار سے کچھ کلمات سیکھے تو اللہ نے اسے معاف کر دیا، بیشک وہ توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔

= اسلام پر ثابت قدم رکھنا اور مناسک واحکام کی تعلیم دینا =

رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَ اَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَ تُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (البقرہ ع ۱۵ پ ۱)

اے ہمارے پروردگار ہم کو اپنا فرمانبردار بنا اور ہماری اولاد میں سے ایک جماعت اپنے تابع فرمان کر اور ہمیں حج کے احکام بتلا اور ہماری خطاؤں سے درگزر فرما بے شک تو بڑا معاف کرنے والا اور مہربان ہے۔

= نفس کی سرکشی سے بچنا =

وَ مَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

(یوسف ع ۷ پ ۱۳)

اور میں اپنے نفس کو پاک نہیں کہتا۔ بیشک نفس تو برائی سکھاتا ہے مگر جس پر میرا رب رحم کرے، بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔ (یعنی اپنے تئیں پاکیزگی کا دعویٰ نہیں کرتا)۔

= رہنمائی کرنا اور اندھیرے سے روشنی میں لانا =

هُوَالَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَ مَلٰٓئِكَتُهٗ لِیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَ كَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا (الاحزاب ع٦ پ٢٢)

وہی تو ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اسکے فرشتے بھی تمہارے لئے مغفرت کی دعا مانگتے ہیں تاکہ تم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے اور اللہ مومنوں پر مہربان ہے۔

= رسول اللہ ﷺ کا اس امت کیطرف مبعوث ہونا =

وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلاَّ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ (الانبیآ ع٧ پ١٧)۔

اے پیغمبر آپ کو جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔

=خود رسول اللہ ﷺ کا سخت مخالفت، اذیتوں اور لالچ کے بعد بھی ثابت قدم رہنا =

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ وَ رَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ یُّضِلُّوْكَ وَمَا یُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا یَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَیْءٍ (النسآء ع١٧ پ٥)

اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہوتی تو ان میں سے ایک جماعت تم کو بہکانے کا قصد کر چکی تھی اور یہ اپنے سوا کسی کو بہکا نہیں سکتے اور نہ تمہارا کچھ بگاڑ سکتے ہیں۔

= بارش کا برسنا/برسانا =

وَهُوَ الَّذِىٓ اَرۡسَلَ الرِّيٰحَ بُشۡرًاۢ بَيۡنَ يَدَىۡ رَحۡمَتِهٖ (الفرقان ع٥ پ ١٩)۔

اور اللہ وہ ہے جو اپنی رحمت کی بارش سے پہلے ہواؤں کو خوشخبری بنا کر بھیجتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِىۡ يُنَزِّلُ الۡغَيۡثَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا قَنَطُوۡا وَ يَنۡشُرُ رَحۡمَتَهٗ ؕ وَهُوَ الۡوَلِىُّ الۡحَمِيۡدُ (الشوریٰ ع ٣ پ ٢٥)

اور اللہ وہ ہے جو لوگوں کے ناامید ہو جانے کے بعد مینہ برساتا ہے اور اپنی رحمت کو پھیلا دیتا ہے اور وہی کارساز، قابل تعریف ہے۔

= کشتیوں کا منزلِ مقصود تک سلامتی سے پہنچنا =

وَقَالَ ارۡكَبُوۡا فِيۡهَا بِسۡمِ اللّٰهِ مَجۡرٖٮٰهَا وَ مُرۡسٰٮهَا ؕ اِنَّ رَبِّىۡ لَغَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ

(ھود ع ٤ پ ١٢)۔

اور نوحؑ نے کہا اللہ کا نام لے کر اس میں سوار ہو جاؤ اور اسی کے نام سے اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے۔ بے شک میرا رب بخشنے والا اور مہربان ہے۔

= اختلاف اور فرقہ بندی سے بچنا =

وَلَا يَزَالُوۡنَ مُخۡتَلِفِيۡنَ ۙ اِلَّا مَنۡ رَّحِمَ رَبُّكَ (ھود ع ١٠ پ ١٢)۔

اور وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے مگر جن پر تمہارا پروردگار رحم کرے

= دنیا اور آخرت میں بھلائیوں کا لکھا جانا =

اَنۡتَ وَلِيُّنَا فَاغۡفِرۡلَنَا وَارۡحَمۡنَا وَاَنۡتَ خَيۡرُ الۡغَافِرِيۡنَ ۔ وَاكۡتُبۡ لَنَا فِيۡ هٰذِهِ الدُّنۡيَا حَسَنَةً وَّ فِي الاٰخِرَةِ اِنَّا هُدۡنَا اِلَيۡكَ (الاعراف ع ۱۹ پ ۹)

تو ہی ہمارا سنبھالنے والا ہے سو ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے اور ہمارے لئے اس دنیا اور آخرت میں بھلائی لکھ دے کیونکہ ہم نے تیری طرف رجوع کیا ہے۔

= شیطان کی پیروی سے بچنا =

وَلَوۡلاَ فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَتُهٗ لاَتَّبَعۡتُمُ الشَّيۡطَانَ اِلاَّ قَلِيۡلاً

(النسآء ع ۱۱ پ ۵)

اگر اللہ کا فضل اور مہربانی تم پر نہ ہوتی تو چند اشخاص کے سوا سب شیطان کے پیچھے ہوتے۔

= عذاب میں جلدی نہ کرنا =

وَرَبُّكَ الۡغَفُوۡرُ ذُو الرَّحۡمَةِ لَوۡ يُؤَاخِذُهُمۡ بِمَا كَسَبُوۡا لَعَجَّلَ لَهُمُ الۡعَذَابُ (الکھف ع ۸ پ ۱۵)

اور تیرا پروردگار بخشنے والا اور رحمت والا ہے۔ اگر وہ ان کے کرتوتوں پر ان کو پکڑنے لگے تو جلد عذاب بھیج دے۔

= عذاب سے پناہ دینا =

قُلۡ اَرَءَيۡتُمۡ اِنۡ اَهۡلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنۡ مَّعِيَ اَوۡ رَحِمَنَا فَمَنۡ يُّجِيۡرُ الۡكَافِرِيۡنَ مِنۡ عَذَابٍ اَلِيۡمٍ (الملك ع ۲ پ ۲۹)

(اے پیغمبر) کہو کہ بھلا دیکھو تو اگر اللہ مجھ کو اور میرے ساتھیوں کو ہلاک کر دے یا ہم پر مہربانی کرے تو کون ہے جو کافروں کو دکھ دینے والے عذاب سے بچائے۔

= بھول چوک کو گناہ شمار نہ کرنا =

لَیۡسَ عَلَیۡکُمۡ جُنَاحٌ فِیۡمَآ اَخۡطَاۡتُمۡ بِہٖ وَلٰکِنۡ مَّا تَعَمَّدَتۡ قُلُوۡبُکُمۡ وَ کَانَ اللّٰہُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا (الاحزاب ع ۱ پ ۲۱)۔

اور جو بات (حرکت) تم سے غلطی سے ہو گئی ہو اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں لیکن جو دل کے ارادے سے کرو، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

= آزاد عورتوں سے نکاح مشکل ہونے کی صورت میں لونڈیوں سے نکاح کا روا ہونا =

وَمَنۡ لَّمۡ یَسۡتَطِعۡ مِنۡکُمۡ طَوۡلًا اَنۡ یَّنۡکِحَ الۡمُحۡصَنٰتِ الۡمُؤۡمِنٰتِ فَمِنۡ مَّا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ مِّنۡ فَتَیٰتِکُمُ الۡمُؤۡمِنٰتِ (الی قولہ) ذٰلِکَ لِمَنۡ خَشِیَ الۡعَنَتَ مِنۡکُمۡ وَاَنۡ تَصۡبِرُوۡا خَیۡرٌ لَّکُمۡ وَ اللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ

(النسآء ع ٤ پ ٥)۔

اور جو شخص تم میں سے مؤمن آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو مؤمن لونڈیوں ہی سے، جو تمہارے قبضے میں ہوں، نکاح کر لے۔ ان کے مالکوں کی اجازت سے، اور دستور کے مطابق ان کا مہر بھی ادا کرو۔ یہ اجازت تم میں سے اس شخص کے لئے ہے جسے گناہ کر بیٹھنے کا اندیشہ ہو اور صبر کرنا تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اور اللہ

بخشنے والا مہربان ہے۔

= تزکیہ نفس اور پاکیزگی اختیار کرنا =

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ

(النور ع ۳ پ ۱۸)۔

اگر تم پر اللہ کا فضل اور مہربانی نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی ایک بھی (گناہ سے) پاک نہ ہو سکتا۔

= تنگی سے کشادگی (وسعت) کرنا =

وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا

(بنی اسرائیل ع ۳ پ ۱۵)

اگر تم اپنے پروردگار کی رحمت (رزق) کی تنگی کے سبب ان سے اعراض کرو جس رزق کے ملنے کی تم اپنے رب سے امید رکھتے ہو۔

= قصاص کے احکام =

ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ (البقرہ ع ۲۲ پ ۲)۔

یہ حکم تمہارے رب کی طرف سے آسانی اور رحمت ہے۔

= صالح بندوں میں داخل کرنا =

وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ۔ (النمل ع ۲ پ ۱۹)۔

° اور مجھے اپنی مہربانی سے اپنے صالح بندوں میں داخل کر۔

= عذابِ قیامت کی برائیوں سے بچانا =

وَ مَنْ تَقِ السَّیِّئَاتِ یَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ (المؤمن ع ۱ پ ۲۴)۔

اور جس کو تو اس روز سختیوں سے بچالے گا تو بے شک تو نے اس پر مہربانی فرمائی۔

= قیامت کے روز مؤمنوں کے چہروں کا روشن ہونا =

وَاَمَّا الَّذِیْنَ ابْیَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِیْ رَحْمَةِ اللّٰهِ هُمْ فِیْهَا خَالِدُوْنَ

(آل عمران ع ۱۱ پ ٤)

اور جن لوگوں کے چہرے سفید ہوں گے وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے اور ان میں ہمیشہ رہیں گے۔

= رات کو آرام کیلئے اور دن کو معاش کیلئے =

وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا فِیْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ (القصص ع ۷ پ ۲۰)۔

اور اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے رات کو اور دن کو بنایا تاکہ تم اس (رات) میں آرام کرو اور (دن میں) اس کا فضل تلاش کرو۔

اس طرح کی اور کئی آیات ہیں۔

پوری کائنات کا ہر منظر رحمت ہی رحمت ہے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ:

وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْم ۔ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۔

(البقرہ ع ۲۰ پ ۲) ۔

اور تمہارا معبود ایک اللہ ہے۔ اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں۔ وہ بڑا مہربان اور رحم والا ہے۔ بیشک آسمانوں اور زمین کی تخلیق، رات اور دن کے بدلتے رہنے میں اور کشتیوں میں جو دریا میں لوگوں کے فائدہ کے لئے رواں ہیں اور پانی (میں) جس کو اللہ نے آسمان سے اتارا اور اس سے مردہ زمین کو زندہ کیا اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہواؤں کے بدلنے میں اور بادل جو آسمان اور زمین کے درمیان تابع کئے ہوئے ہیں۔ ان سب چیزوں میں عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

یعنی کائنات کی ہر ایک چیز آسمان جیسی فلک بندی، زمین جیسی فرش بندی، رات کی تاریکی، دن کی روشنی اور ان کا ایک دوسرے کے بعد آنا، دریاؤں اور سمندروں میں پہاڑ جیسی بلند و بالا کشتیوں کا چلنا اور ان سے لاکھوں کروڑوں کا نفع حاصل کرنا، بادل، بارش، مختلف اقسام کے درخت، پودے، بیلیں، اور بے شمار قسم کی مخلوق، ہواؤں کا چاروں طرف لگنا، یہ سب اس رحمٰن ورحیم کی بے نظیر رحمت کی نشانیاں ہیں۔

حتی کہ عیسائی جو اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ ہم میں عجز وانکساری، رحمت و مہربانی بہت زیادہ ہے۔ مگر وہ بھی صرف ان لوگوں میں تھی جو عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار تھے یہ

بھی محض اللہ کی طرف سے تھی۔

وَ قَفَّیۡنَا بِعِیۡسَی ابۡنِ مَرۡیَمَ وَ اٰتَیۡنٰهُ الۡاِنۡجِیۡلَ وَ جَعَلۡنَا فِیۡ قُلُوۡبِ الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡهُ رَاۡفَةً وَّ رَحۡمَةً (الحدید ع ٤ پ ٢٧)

اور پیچھے (انبیاء کے تسلسل میں) ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا اور ان کو انجیل عنایت کی اور جن لوگوں نے ان کی پیروی کی ان کے دلوں میں نرمی اور مہربانی ڈال دی۔

ذوالقرنین نے جب یاجوج وماجوج جیسی خطرناک اور دہشتناک قوم کے آگے بند باندھ کر روک دیا اور لوگ اس قوم کے فتنہ سے بچ گئے تو ذوالقرنین نے بھی یہ اقرار کیا کہ یہ کامیابی اللہ تعالیٰ کی رحمت کی نشانی ہے۔

قَالَ هٰذَا رَحۡمَةٌ مِّنۡ رَّبِّیۡ (الکهف ع١١ پ١٦)

کہا یہ میرے رب کی ایک مہربانی ہے۔ خضر علیہ السلام نے ایک تختہ نکال کر غریبوں کی کشتی کو بچا لیا۔ ناعاقبت اندیش لڑکے کو قتل کیا اور یتیموں اور مسکینوں کے خزانے کو بچانے کے لئے دیوار کی مرمت کی۔ خضرؑ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی رحمت ہے۔

رَحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّكَ وَ مَا فَعَلۡتُهٗ عَنۡ اَمۡرِیۡ ذٰلِكَ تَاۡوِیۡلُ مَا لَمۡ تَسۡطِعۡ عَّلَیۡهِ صَبۡرًا (الکهف ع١٠ پ١٦)۔

یہ مہربانی تیرے پروردگار کی طرف سے ہے اور میں نے اسے اپنی رائے (مرضی) سے نہیں کیا۔ یہ تفسیر ہے اس کی جس پر تو نے صبر نہ کیا۔ خود خضرؑ کو جو عطا ہوا وہ بھی اسی کی رحمت ہے۔

آتَیْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا (الکھف ع۹ پ۱۵)۔

اس کو ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی تھی اور اپنے پاس سے ایک (خاص) علم سکھایا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کو اپنی زبان کی کمزوری اور سینے کی تنگی کی شکایت کرنے پر ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو نبی بنا کر ہمراہ/ساتھ کرنا بھی اللہ کی مہربانی تھی۔

وَ وَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَا اَخَاهُ هَارُوْنَ نَبِيًّا (مریم ع۴ پ۱۶)۔

اور ہم نے اپنی مہربانی سے اس کے بھائی ہارون کو نبی بنا کر اسے عطا کیا۔ ابراہیم علیہ السلام کے بڑھاپے اور ان کی زوجہ مطہرہ کے بانجھ پن کے باوجود ان کو اولاد بخشنا خاص رحمت تھی۔

قَالُوْا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ

(ھود ع۷ پ۱۲)۔

انہوں (فرشتوں) نے کہا کہ اے اہل بیت تم پر اللہ کی رحمت اور برکتیں ہیں۔ کیا تم اللہ کی قدرت سے تعجب کرتی (کرتے) ہو۔ بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کو جو کچھ عطا ہوا وہ ان کے رب کی رحمت تھی۔

وَ وَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَ جَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا

(مریم ع۳ پ۱۶)

اور ان کو اپنی رحمت سے (بہت سی چیزیں) عنایت کیں اور ان کا سچا بول بالا ذکر جمیل بلند کیا۔ اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے جو عرش اٹھائے ہوئے ہیں وہ بھی اس کی رحمت کے امیدوار ہیں۔

رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا (المؤمن ع ۱ پ ۲۴)

اے ہمارے پروردگار تیری رحمت اور تیرا علم ہر چیز کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اسی طرح دیگر نیک بندے بھی اس کی رحمت کے امیدوار ہیں۔

وَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ (بنی اسرائیل ع٦ پ ۱۵)

اور وہ اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں۔ جو کام بھی ایسے رحمان ور حیم کے نام سے شروع ہوگا وہ بڑا بابرکت ہوگا۔

﴿۴﴾ اَلْمَلِكُ (بادشاہ)

جو اپنے ہر حکم کو نافذ کر سکے۔ کسی اور بادشاہ کی یہ صفت نہیں بلکہ وہ بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ (الزجاج)۔

﴿۵﴾ اَلْقُدُّوْسُ (پاک)

جو ہر عیب اور نقص سے پاک ہے۔ ایسی پاکی جو انسانی تصور سے بالا ہو (الغزالی) اور برکت والا (الزجاج)۔

﴿٦﴾ اَلسَّلَامُ (سلامتی والا)

جس کی ذات عیوب سے اور اس کی صفات نقائص سے اور اپنے افعال میں مطلقاً برائی سے پاک ہو۔ (الغزالی) نیز سلامتی دینے والا کہ مخلوق اس کے ظلم سے محفوظ ہے (البیھقی)

﴿۷﴾ اَلْمُؤْمِنُ (امن دینے والا)

جس سے امن وامان مانگا جائے اور کسی کے لئے بھی امن، اس کے سوا کسی اور سے متصور نہ ہو۔ (الغزالی) نیز بقول زجاج ایمان بمعنی تصدیق اور اللہ تعالیٰ اپنی وحدانیت کی تصدیق کرنے والے ہیں۔ فرمایا:

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا م بِالْقِسْطِ
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (آل عمران ع ۲ پ ۳)

اللہ تعالیٰ اور اس کے سب فرشتے اور اہل علم یہ گواہی دیتے ہیں کہ اس اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں، جو انصاف سے قائم ہے، اس اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں، وہ غالب اور حکمت والا ہے۔

۸ اَلْمُهَيْمِنُ (نگہبان اور محافظ)

وہ اپنی خلقت پر ان کی حیات، موت، عمل، رزق اور اجل وغیرہ پر محافظ ہے (الغزالی) نیز آخرت میں وہ اعمال کے بدلے (تا کہ کسی کو بھی اس کے نیک عمل کا بدلہ کم نہ ملے) پر بھی نگہبان ہے۔ اور یہ بھی کہ کسی گناہ گار کو اس کے گناہ کی سزا (زیادہ) نہ ملے، اس پر بھی نگہبان و محافظ ہے۔ (بیہقی)

۹ اَلْعَزِيْزُ (غالب)

وہ ہر چیز پر غالب ہے۔ حتیٰ کہ ہر عزت اور غلبہ والا اس کی عزت کے سامنے ذلیل ہے۔ کیونکہ اصل عزت بمعنی غلبہ اور سختی کے ہے۔ فرمایا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ (یٰس ع ۲ پ ۲۲) پھر ہم نے تیسرے سے غلبہ دیا۔ وَ عَزَّنِیْ فِی الْخِطَابِ (ص ع ۲ پ ۲۳) اور گفتگو میں مجھ پر سختی کرتا ہے۔ نیز کہا جاتا ہے عزنی فلان الامر یعنی فلاں مجھ پر اس کام میں

غالب آگیا۔ (الزجاج) اللہ ایسا غالب ہے کہ اس تک پہنچنا یا برائی پہنچانا ناممکن ہو، اس کی طاقت اور رسائی ہمیشہ قائم ہے (البیہقی)

﴿۱۰﴾ اَلْجَبَّارُ (ملانے والا)

کمزور اور ٹوٹے ہوئے دلوں کو آپس میں ملانے والا۔ نیز زور آور، کیونکہ جبر بمعنی قہر کے بھی آئے ہیں۔ نیز بلند کیونکہ جبر کے معنی بلندی کے بھی ہیں۔ کھجور کے بلند و بالا درخت کو بھی جبارہ کہا جاتا ہے۔ (قصیدہ نونیہ لابن القیم ص ۱۵) بیہقی امام خطابی سے نقل کرتے ہیں کہ الجبار یعنی اپنی مخلوق کو اپنے ارادہ، امر اور نہی کے آگے مجبور کرنے والا اور فقراء اور محتاجوں کے اسباب معاش کو جمع کرنے والا۔

﴿۱۱﴾ اَلْمُتَكَبِّرُ (بڑائی کرنے والا)۔

وہ ذات جس کے سامنے ہر چیز حقیر نظر آتی ہے اور ایسی بڑائی اس کی ہی شان ہے۔ (الغزالی) نام میں "ت" تخصیص کے لئے اور تفرد کے لئے ہے۔ اس لئے کسی مخلوق کے لئے تکبر روا نہیں بلکہ ان کے لائق تو عجز و انکساری اور بندگی ہے۔

﴿۱۲﴾ اَلْخَالِقُ (اندازہ کرنے والا)

کیونکہ اصل خلق بمعنی تقدیر کے ہیں: مثلاً خلقت الشئ خلقا اذا قدرته قرآن کریم میں ہے۔ وَ تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا (العنکبوت ع۲ پ۲۰) اور تم جھوٹا اندازہ کرتے ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ خلق کا مُقدّر (اندازہ مقرر کرنے والا) پیدا کرنے والا، ابھارنے اور مکمل کرنے والا اور اس کی تدبیر کرنے والا ہے۔ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ

(المؤمنون ع ۱ پ۱۸) اللہ کی ذات بابرکت سب سے بہتر بنانے والی ہے۔ زجاج نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

﴿۱۳﴾ اَلْبَارِئُ (پیدا کرنے والا)

اس حیثیت سے کہ وہ موجد ہے (الغزالی)

﴿۱۴﴾ اَلْمُصَوِّرُ (صورت عطا کرنے والا)

یعنی خوبصورت ترتیب دیکر بنانے والا (الغزالی) اور ہر صورت کو بغیر کسی نقل یا مثال کے بنانے والا۔ (الزجاج)

﴿۱۵﴾ اَلْغَفَّارُ (ڈھانپنے والا)

دنیا میں گناہوں اور برائیوں کو عمدہ طریقے سے ڈھانپنے والا اور آخرت میں عذاب کے بجائے در گزر کرنے والا۔ (الغزالی) یہ اسم مبارک فعال کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے (بیھقی) جس کے معنی ہیں بار بار بڑے بڑے گناہ بخشنے اور ڈھانپنے والا۔

﴿۱۶﴾ اَلْقَهَّارُ (زبردست)

وہ زبردست ہے۔ سرکش اور دشمن پر قوت اور غلبہ سے، مخالفین پر آیات اور دلائل سے اور عام مخلوق پر موت کے ذریعہ۔ ہر موجود چیز اس کی قدرت کے آگے عاجز ہے اور اس کے قبضہ میں ہے۔ (الزجاج والغزالی)

﴿۱۷﴾ اَلْوَهَّابُ (بہت زیادہ دینے والا)

بغیر کسی معاوضہ یا غرض کے (الزجاج) ۔ بغیر مانگے عطا کرنے والا۔

علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری شرح اسماء الحسنٰی میں ص ۶۹ پر تحریر فرماتے ہیں:

"وہاب وہ ہے کہ عطاہائے صوری و معنوی اور عطیات دنیوی واخروی کا مالک وہی ہے۔ یہی اسم ہے جو بتلاتا ہے کہ بندہ کے پاس اس کے گھر کی کوئی شے نہیں اور جو کچھ ہے وہ سب داد الٰہی اور جود نامتناہی کا نتیجہ ہے"۔

﴿۱۸﴾ اَلْرَّزَّاقُ (رزق دینے والا)

ہر جاندار کے لئے رزق پیدا کرے اور رزق کو حاصل کرنے کے اسباب مہیا کرے اور ان تک پہنچائے۔ رزق دو قسم کا ہے۔ ایک ظاہری یعنی قوت (غذا) اور طعام جو جسم کے کام آئے۔ اور دوسرا باطنی جو ایمان کے لئے قلب کی روشنی اور دین کے لئے رہنمائی بنے۔ ظاہری رزق کا فائدہ جسم کے لئے اور باطنی رزق ابدی زندگی یعنی آخرت کے لئے ہے۔ دونوں اقسام کا وہی مالک ہے اور وہی اپنی مہربانی سے اپنے بندوں تک اسے پہنچاتا ہے۔ مگر جس کے لئے چاہے اپنی مرضی کے مطابق ہر دو رزق کشادہ فرمادے یا تنگ کردے۔ (الغزالی) اور بقول زجاج رزق کے اصل معنی ہیں کسی کو بھی کسی چیز سے نفع حاصل کرنے کی اچھی طرح اجازت دی جائے۔ قرآن میں ہے۔ وَ مَنْ رَّزَقْنَاهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّ جَهْرًا (النحل ع ۱۰ پ ۱۴) اور جس کو ہم نے اپنی طرف سے اچھی روزی دی، سو وہ اس میں سے خرچ کرتا ہے پوشیدہ اور ظاہر۔

﴿۱۹﴾ اَلْفَتَّاحُ (کھولنے والا)

یعنی حق اور باطل کے درمیان۔ اس طرح کہ حق کو ظاہر اور باطل کو گم کر دے۔ (الزجاج) اور اپنی مہربانی سے بند چیز کو کھول دے اور رہنمائی و نشاندہی سے مشکل کو حل کر دے۔ انبیاء علیہم السلام کو فتح عطا فرمائے۔ فرمایا۔ اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِينًا (الفتح ع ۱ پ۲٦) (اے نبی) ہم نے آپ کو ظاہر فتح دی۔ اپنے خاص بندوں کے دلوں سے پردہ ہٹائے۔ غیب اور رزق کی چابیاں اس کے ہاتھ میں ہیں (الغزالی)۔ علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری ص ۱۷ پر لکھتے ہیں:

"فتاح وہی ہے جو مشکلات، مہمات (کی گرہوں) کو کھول دیتا ہے۔ فتاح وہی ہے جو دل کو حق کے لئے کھول دیتا ہے۔ فتاح وہی ہے جو زبان پر علوم کو جاری فرمادیتا ہے۔ فتاح وہی ہے جو انکشاف علوم کے ساتھ آنکھوں کے پردے دور کر دیتا ہے۔ فتاح وہی ہے جو اہل حق اور باطل کے درمیان فیصلہ فرماتا ہے۔ فتاح وہی ہے جو صادقین سے صدق کو ظاہر کرتا ہے۔ کاذبین کی اصلیت سب پر کھول دیتا ہے۔ اہل ایمان کو اس کی ذات مقدس سے کشائش ظاہری و باطنی کی امید رکھنی چاہیئے"۔

﴿۲۰﴾ اَلۡعَلِيۡمُ (جاننے والا)

اس کے علم کا کمال یہ ہے کہ ہر شے پر اس کا علم محیط ہے۔ ظاہر ہو یا پوشیدہ، چھوٹی ہو یا بڑی، اول ہو یا آخر۔ الغرض اسکا علم اتنا کامل ہے کہ کسی اور علم والے کے لئے تصور بھی ممکن نہیں۔ (الغزالی) فعیل کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی بہت زیادہ اور ہر وقت جاننے والا۔ (بیہقی)

﴿۲۱۔۲۲﴾ اَلْقَابِضُ . اَلْبَاسِطُ

(تنگی کرنے والا۔ کشادگی کرنے والا)

ادب کا تقاضہ ہے کہ ان دونوں کا ذکر ایک ساتھ کیا جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی پوری قدرت دونوں ناموں کو ایک ساتھ ذکر کرنے کے بعد ہی ظاہر ہوتی ہی۔ مثلاً الیٰ فلان قبض امری و بسطۂ یعنی میری تنگی اور کشادگی فلاں آدمی کے ہاتھ میں ہے۔ اس پورے جملے سے کہنے والے کا یہ مقصد ظاہر ہوتا ہے کہ میرے سارے کام اس کے حوالے ہیں۔ اس طرح دونوں صفات کو جمع کرنے سے مقصد ہوگا کہ مخلوق کے سارے کام اللہ تعالیٰ کے زیر قدرت ہیں۔ (الزجاج)۔ یعنی وہ اللہ جو موت کے وقت روحوں کو قبض کرتا ہے اور زندہ کرتے وقت ارواح کو اجسام کے لئے کھولتا ہے۔ دنیا والوں سے صدقات قبول کرتا ہے اور فقراء و مساکین کا رزق کشادہ کرتا ہے۔ کبھی تو دنیا والوں کا رزق اتنا کشادہ کرتا ہے کہ بھوک کا نام بھی نہ رہے اور کبھی فقر کیلئے اتنی تنگی کرتا ہے کہ اس میں کوئی طاقت نہ رہے۔ وہی اللہ ہے جو اپنے بندوں کو قبضہ میں لے کر اتنی تنگی کرے کہ وہ اس سے غافل نہ ہوں اور اپنی مہربانی سے اسطرح کشادگی کہ اس کی طرف تقرب حاصل کریں۔ (الغزالی)

﴿۲۳۔۲۴﴾ اَلْخَافِضُ . اَلرَّافِعُ

(گرانے والا۔ اٹھانے والا۔)

اپنے دشمنوں کو گرانے والا، ذلیل کرنے والا، بے نصیب کرنے والا، اور اپنے قرب سے دور کرنے والا۔ اور اپنے دوستوں کی شان یا مرتبہ کو بلند کرنے والا، دنیا میں ان

کے نام اور کلمات کو اٹھانے والا اور آخرت میں درجات بلند کرنے والا۔ (الزجاج)

﴿۲۵﴾ اَلْمُعِزُّ (عزت دینے والا)

اس کی تین اقسام ہیں:

اول: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دنیا میں خوشحالی نصیب فرماتے ہیں اور بلند شان عطا فرماتے ہیں۔ یہ اعزاز محکم اور بالفعل ہے۔

دوم: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آزمانے کی خاطر تنگی کرتے ہیں حالانکہ وہ دین کے لحاظ سے اعلیٰ درجات پر فائز ہوتے ہیں مگر ان کے صبر کی وجہ سے ان کا ثواب اور درجہ دن بدن بڑھتا رہتا ہے۔ یہ اعزاز اگرچہ بالفعل نہیں مگر محکم ہے۔

سوم: اللہ تعالیٰ اپنے کتنے ہی دشمنوں کی روزی فراخ کر دیتے ہیں۔ مال اور دولت کی فراوانی ہوتی ہے اور ان کے امر و نہی کی دنیا میں اچھی خاصی حیثیت ہوتی ہے یہ اعزاز بالفعل ہے مگر محکم نہیں کیونکہ ان کے لئے آخرت میں دائمی عذاب ہے۔ دنیا میں ان کو ڈھیل ملی ہوئی ہے۔ جیسے فرمایا۔

اِنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ لِیَزْدَادُوْٓا اِثْمًا وَّ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ

(آل عمران ع۱۸ پ٤)

ہم ان کو اسلئے مہلت دیتے ہیں کہ وہ گناہوں میں بڑھتے چلے جائیں اور آخر کار ان کو ذلیل کرنے والا عذاب ہوگا۔ یہ اللہ کی قدرت ہے کہ جسکو چاہے عزت عطا فرمائے۔ (الزجاج)

﴿۲۶﴾ اَلْمُذِلُّ (خوار کرنے والا)

سرکش اور ضدی انسانوں کو۔ ذلت محکم ہو یا بالفعل۔ جیسا کہ دنیا کے ظاہری امور میں یعنی

ان کو غلام بنانا اور ان کے پیچھے ذلت لگانا یا ان سے جزیہ لینا۔ فرمایا حَتّٰی یُعْطُوا الجزْیَۃَ عَنْ یَّدٍ وَّ ھُمْ صَاغِرُوْنَ (التوبہ ع٤ پ١٠) یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے ذلیل ہو کر جزیہ دیں یعنی آخرت کی ذلت تو الگ ہے۔ (الزجاج)

﴿٢٧﴾ اَلسَّمِیْعُ (سننے والا)

اس کی سماعت سے کوئی چیز بھی دور نہیں۔ چیونٹی کی آواز ہو یا کسی اور چیز کی، اللہ کی حمد و تعریف کرے یا کوئی پکارنے والا پکارے۔ الغرض اس کا سننا بے مثل ہے۔ (الغزالی) اور سمع بمعنی اجابت (قبول کرنے) کے بھی آئے ہیں۔ (الزجاج)

﴿٢٨﴾ اَلْبَصِیْرُ (دیکھنے والا)

جو ہر چیز کو دیکھتا ہے اگرچہ وہ تحت الثریٰ میں ہی کیوں نہ ہو۔ (الغزالی)

﴿٢٩﴾ اَلْحَکَمُ (حاکم یا فیصلہ دینے والا)

اصل معنی ہیں منع کرنا یا روکنا، کیونکہ حاکم دو افراد یا گروہ کو آپس میں لڑنے سے روکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے والے ہیں، نہ کہ کوئی اور۔ جو دنیا میں فیصلہ کرتے ہیں وہ بھی اس کی نازل شدہ شریعت سے استفادہ کرتے ہیں۔ (الزجاج) اللہ تعالیٰ وہ حاکم ہے کہ اس کے فیصلہ کو کوئی روکنے والا نہیں۔ (الغزالی)

﴿٣٠﴾ اَلْعَدْلُ (انصاف کرنے والا)

جس کا فیصلہ، قول اور فعل سب حق اور عین انصاف ہیں۔ (بیہقی)

﴿۳۱﴾ اَللَّطِیْفُ (نرمی کرنے والا)

لطف کے معنی گفتار اور کردار میں نرمی اور مہربانی کے ہیں۔ اس کی مہربانی اور لطف جملہ امور میں ہے۔ اس کے لطف نے صوری مادی چیزوں، حسین صورتوں، موزوں ہیئت اجسام لطیفہ اور اجرام نورانیہ کو عمدہ مناسبت اور نورانیت، شفاف اور ہمہ اقسام رنگ بخشے اس کے علمی لطف نے انبیاء، اولیاء، علماء، راسخین، اہل بصیرت اور مجاہدین کو ان کے علمی مرتبہ کے مطابق معرفت نصیب فرمائی اور اس کے عملی لطف نے اہل دانش کو معاش اور معاملات میں منفعت اور اہل شعور کو آگاہی اور متقین کو بصیرت عطا فرمائی اور اس کے باطنی لطف نے پاک و صاف طبع لوگوں، اہل قناعت اور آزاد طبع انسانوں کو پورا حصہ عطا فرمایا۔ اس کے لطف تکوینی نے ہر موجود شے کو عدم سے وجود بخشا اور اس کے معنوی لطف کا اثر صالح اور نیک بندوں پر ہوا اور اسکے دنیاوی لطف نے بادشاہ اور امراء کو دنیا کا بڑا حصہ اور کامرانی عطا کی۔ اس کے اخروی لطف نے صالح اور نیکوں کو اپنی معیت نصیب فرمائی۔ اسی لطف سے آخرت میں ایمانداروں کی نجات اور صالحین کے درجات بلند ہوں گے۔ (شرح اسماء الحسنیٰ مصنف قاضی محمد سلیمان منصور پوری ص ۷۸)

﴿۳۲﴾ اَلْخَبِیْرُ (خبردار)

جس سے کوئی بھی چیز پوشیدہ نہ ہو بلکہ ہر حرکت اور سکون، اضطراب و اطمینان الغرض سب کی اس کو خبر ہے۔ علم ہر ظاہر و پوشیدہ چیز کے لئے عام ہے مگر پوشیدہ چیزوں کے جاننے کو خبرۃ کہا جاتا ہے اور جاننے والے کو خبیر۔ (الغزالی)

﴿۳۳﴾ اَلْحَلِیْمُ (بردبار)

جو عذاب کرنے میں جلدی نہیں کرتا۔ نافرمانوں کی نافرمانی اور حکم کی مخالفت کے باوجود اسے نہ غصہ آتا ہے اور نہ غضب کہ وہ اپنے بندوں کو جلد پکڑ لے۔ اس کا غصہ و غضب اسے فوری انتقام پر آمادہ نہیں کرتا۔ (الغزالی)

﴿۳۴﴾ اَلْعَظِیْمُ (سب سے بڑا)

شان، حکومت، اور غلبہ میں۔ (الزجاج)

﴿۳۵﴾ اَلْغَفُوْرُ (بخشنے والا)

یہ بھی غفار کی طرح مبالغہ کے معنی رکھتا ہے مگر غفار میں تکرار کے معنی ہیں (یعنی بار بار بخشنے والا) اور غفور میں کمال اور تمام کے یعنی سب گناہ بخشنے والا۔ (الغزالی)

﴿۳۶﴾ اَلشَّکُوْرُ (تھوڑی سی محنت پر بہت زیادہ اجر دینے والا)

یعنی جو قلیل عبادت پر زیادہ درجات عطا فرمائے اور دنیا کی قلیل عبادت پر آخرت کی لامحدود نعمتیں عطا کرے۔ (الغزالی) کیونکہ اللہ تعالیٰ عمل کے بدلے اجر دیتے ہیں اس لئے اسے بھی شکر کہا گیا ہے۔ (الزجاج)

﴿۳۷﴾ اَلْعَلِیُّ (بلند)

کیونکہ وہ اپنی ساری مخلوق سے بلند ہے۔ (الزجاج) وہ سات آسمانوں سے اوپر عرش پر ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی (طٰہٰ ع ۱ پ ۱۷) اللہ مستویٰ عرش ہے۔

﴿۳۸﴾ اَلْکَبِیْرُ (سب سے بڑا)

اس کی شان و جلال کے سامنے بڑے سے بڑے بھی حقیر ہیں۔(بیہقی)

﴿۳۹﴾ اَلْحَفِیْظُ (سنبھالنے والا)

پوری کائنات کو دکھوں اور تکالیف سے پناہ میں رکھنے والا(الغزالی)۔

﴿۴۰﴾ اَلْمُقِیْتُ (روزی دینے والا)

خود پیدا کرے اور بندوں تک پہنچائے یا سب کو کافی ہو۔(الغزالی)اور بقول زجاج یہ معنی بھی ہیں کہ وہ ہر چیز پر قدرت و نگاہ رکھنے والا ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔وَ کَانَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّقِیْتًا (النسآء ع ۱۱ پ ۵) اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگہبان ہے

قاضی سلیمان منصور پوری صاحب شرح اسماء الحسنٰی صفحہ ۹۰ پر لکھتے ہیں "المقیت وہ ہے جو جملہ قوائے بدن کو توانائی دیتا ہے۔ مقیت وہ ہے جو قوائے روحانی کو غذا بخشتا ہے۔ مقیت وہ ہے کہ نباتات و جمادات و حیوانات، جن و ملک اپنی اپنی ساخت اور اقتضائے فطرت کے مطابق اس کی روزی سے پل رہے، بڑھ رہے اور نشو و نما پا رہے ہیں"۔

﴿۴۱﴾ اَلْحَسِیْبُ (کافی ہونے والا)

ہر ایک چیز کے لئے (الغزالی)۔یا تمام اجزاء اور ان کی مقدار سے بخوبی آگاہ اور بغیر (تخمینہ لگائے و) حساب کے۔(البیہقی)۔

﴿۴۲﴾ اَلْجَلِیْلُ (بزرگی والا)

اس کی صفات بزرگانہ ہیں۔ مثلاً بادشاہت، پاکیزگی، علم و قدرت وغیرہ (الغزالی)

﴿۴۳﴾ اَلْکَرِیْمُ (بڑا بزرگ اور سخی)

جو باوجود قدرت کے معاف کرے، جو ہمیشہ وفا کرے اور امید سے بڑھ کر دے۔ مانگنے سے راضی ہو، اگر کسی اور سے مانگا جائے تو ناراض ہو۔ دنیا میں گناہ گاروں کی ان کے گناہوں پر گرفت نہ کرے۔ اس کی طرف رجوع کرنے والوں کو تمام سفارشیوں اور وسیلوں سے بے نیاز کردے۔ (الغزالی)۔

﴿۴۴﴾ اَلرَّقِیْبُ (نگہبان)

جس کی نگہبانی سے کوئی چیز باہر نہ ہو (الزجاج)

﴿۴۵﴾ اَلْمُجِیْبُ (دعا قبول کرنے والا)

جو سائل کی مدد کرے، پکارنے والوں کو جواب دے، حاجتمندوں کی ضروریات کو نہ صرف پورا کرے بلکہ پکارنے سے پیشتر انعامات کی بارش سے نوازتا رہے ۔ اور دعاء سے پہلے نوازشیں کرتا رہے۔ یہ شان صرف ایک اللہ کی ہے جو بندوں کی ضروریات کو ان کے سوال کرنے سے پیشتر جانتا ہے۔ (الغزالی)۔

﴿۴۶﴾ اَلْوَاسِعُ (کشادہ و وسیع)

جس کی جود و سخا مخلوق کے اندازوں سے کہیں بڑھ کر ہے اور اس کی رحمت و علم ہر چیز پر محیط ہے اور اس کا رزق سب کے لئے کافی ہے۔ (بیہقی ۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری)

﴿۴۷﴾ اَلْحَکِیْمُ (داناو بینا)

حکمت والااور ہر بہتر چیز کو سب سے بہتر انداز میں سمجھنے والا۔ اس کی ذات اور صفات بے مثل ہیں، جس کی پوری معرفت بھی اس کے سوا کسی کو نہیں۔(الغزالی) حکیم بمعنیٰ حکم کے بھی ہے جس کی تفصیل گزر چکی مگر اسم حکم میں زائد فائدہ یہ ہے کہ ہر چیز کو ثابت کرنے والااور خوبصورت بنانے والا ہے۔

﴿۴۸﴾ اَلْوَدُوْدُ (دوست۔ بھلائی چاہنے والا)

جو اپنے بندوں کے اعمال سے خوش ہوتا ہے اور ان کی وجہ سے ان کے ساتھ بھلائیاں کرتا ہے اور ان کی تعریف کرے اور مخلوق میں ان کے دوست بنائے۔ اپنے بندوں پر اتنے احسانات اور انعامات کرے کہ وہ اسے اپنا دوست سمجھیں اور اس کی حمد کریں ۔(بیہقی)

﴿۴۹﴾ اَلْمَجِیْدُ (بڑی شان والا)

جس کی ذات بلند، شان، صفات باشرف، کام سب عمدہ، انعامات اور ذات بے مثل ہیں۔(الغزالی والبونی)

﴿۵۰﴾ اَلْبَاعِثُ (اٹھانے والا)

موجودات کو عدم سے وجود میں لانے والا، انسانوں کو قبروں سے اٹھانے والا، سوئے ہوؤں کو نیند سے جگانے والا، غافلوں کو غفلت سے اٹھانے والا اور مخلوق کی ہدایت کے لئے انبیاء ورسل کو بھیجنے والا۔(الزجاج والغزالی والمنصور پوری)۔

﴿۵۱﴾ اَلشَّهِيْدُ (گواہ)

جو ہر چیز پر گواہ اور ان پر مطلع ہو، جس کی مخلوق کو وہاں بغیر حاضری کے اطلاع نہ ہو سکے۔(البیہقی)

﴿۵۲﴾ اَلْحَقُّ (سچا اور ثابت)

جیسے کہا جاتا ہے کہ حقیقۃ الشیء احقه حقا تیقنت کونه و وجوده۔ یعنی اس کے وجود اور (ثابت) ہونے کا یقین کیا کہ اللہ تعالیٰ حق ہے ۔ یعنی یقیناً موجود ہے ۔ (الزجاج) اور الحق کے مقابلے میں الباطل ہے۔ اس لئے اللہ کے سوا ہر معبود اور اس کے حکم کے مقابلے میں ہر حکم باطل ہے۔(الغزالی)

﴿۵۳﴾ اَلْوَكِيْلُ (کارساز)

جس کے حوالے تمام کام کئے جائیں۔ اس عقیدے کے تحت کہ تمام مخلوق کا وہی مالک ہے اور تمام کام اس کی قدرت میں ہیں نہ کہ کسی اور کے ہاتھ میں۔(البیہقی)

﴿۵۴﴾ اَلْقَوِيُّ (طاقتور)

جس کی طاقت پوری اور کامل ہو۔(الزجاج) کسی حال میں بھی اس پر عاجزی نہ آئے۔(البیہقی)

﴿۵۵﴾ اَلْمَتِيْنُ (زبردست قوت والا)

جس کی قوت و قدرت کی کوئی انتہا نہ ہو۔(الزجاج) جس میں کبھی بھی نقص

اور تغیر واقع نہ ہو۔ (البیھقی)

﴿۵۶﴾ اَلْوَلِیُّ (دوست۔مددگار)

جو اپنے دوستوں کی مدد کرے اور دشمنوں کا قلع قمع کرے۔

﴿۵۷﴾ اَلْحَمِیْدُ (تعریف کیا گیا)

جس کی حمد وثناء ہر زبان پر ہر حال میں ہو۔(الزجاج) جو سب سے پہلے اپنی حمد خود کرنے والا ہے۔(الغزالی)۔

﴿۵۸﴾ اَلْمُحْصِیُٔ (گنتی کرنے والا)

جس سے کوئی چیز گمشدہ نہ ہو، جس کے واسطے ہر چیز کی حد اور عدد معلوم ہو (الغزالی)

﴿۵۹﴾ اَلْمُبْدِیُٔ (پہلے پہل پیدا کرنے والا)

وہ ہر چیز کا موجد ہے یعنی نہ کسی اور کی صنعت (و حرفت) نقل کرنے والا۔ (الزجاج والغزالی)

﴿۶۰﴾ اَلْمُعِیْدُ (دوبارہ پیدا کرنے والا)

یعنی قیامت کے دن حساب وکتاب کے لئے دوبارہ پیدا کرنے والا۔(الزجاج والغزالی)

﴿۶۱﴾ اَلْمُحْیِی (زندہ کرنے والا)

جس نے خلق میں زندگی پیدا کی۔ ان کو زندہ کیا یا مردہ زمین کو آباد کر کے زندہ کیا (الزجاج) اور مردہ قلوب کو دین (کی روشنی) سے روشن کیا۔ (البیھقی)

﴿۶۲﴾ اَلْمُمِیْتُ (مارنے والا)

مخلوق سے زندگی چھین کر موت دینے والا۔ اس نام میں زندہ کرنے والی صفت کی طرح مدح شامل ہے۔ کیونکہ اسی کے ہاتھ میں زندگی اور موت ہے نہ کسی اور کے ہاتھ میں (البیھقی) اسی نے زندگی اور موت کو پیدا کیا ہے۔ (الزجاج)۔

﴿۶۳﴾ اَلْحَیُّ (سدا زندہ رہنے والا)

ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا (الزجاج)۔ اسکی زندگی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ کیلئے موت سے پاک ہے۔

﴿۶۴﴾ اَلْقَیُّوْمُ (ہمیشہ قائم)

ہمیشہ سے قائم ہے (ممکن) بغیر کسی فنا اور زوال کے۔ اس کی قدرت سے پوری خلق کا قیام ہے۔

﴿۶۵﴾ اَلْوَاجِدُ (پانے والا)

ہر چیز کو پانے والا۔ کوئی چیز اس سے اوجھل نہیں۔ (الغزالی) کسی بھی چیز کے لئے کسی کا محتاج نہیں۔ (الزجاج)

﴿۶۶﴾ اَلْمَاجِدُ (بڑے شرف والا)

الماجد بھی المجید کے ہی ہم معنی ہے لیکن اس میں مبالغہ کے معنی زیادہ ہیں۔ (الزجاج والغزالی)۔

﴿۶۷﴾ اَلْوَاحِدُ (یکتا و یگانہ، اکیلا)

جو اپنی ذات و صفات میں یکتا ہو بغیر اجزاؤ شرکاء کے۔ دوسروں کے شریک بھی ہیں۔ اوران کے اجزاء بھی ہیں (الزجاج)

﴿۶۸﴾ اَلصَّمَدُ (بے نیاز، داتا)

یہ کہ تمام حاجتوں میں اس کی محتاجی ہو اور تمام ضروریات میں اس کی طرف رجوع کیا جائے۔ (الغزالی)

﴿۶۹﴾ اَلْقَادِرُ (قدرت رکھنے والا)

قادر وہ ذات ہے کہ جس کا حکم بغیر کسی واسطے کے نافذ ہو اور اس کے نفاذ میں وہ عاجز و بے بس نہ ہو۔ (الزجاج) جو چاہے کرے اور نہ چاہے تو نہ کرے۔ اس پر کسی کا زور نہیں، نہ کسی کام کے کرنے پر مجبور ہے۔

﴿۷۰﴾ اَلْمُقْتَدِرُ (مکمل قدرت رکھنے والا)

جس کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہ ہو۔ ہر کام میں اپنی قدرت و طاقت دکھانے والا اور جو کام نہیں کرتا (تو بے بسی کی وجہ سے نہیں بلکہ) اگر چاہے تو کر سکتا ہے۔ (البیھقی) لفظ میں (حروف کی) زیادتی معنی میں زیادتی پر دلالت کرتی ہے۔

﴿۷۱۔۷۲﴾ اَلْمُقَدِّمُ . اَلْمُؤَخِّرُ

(آگے کرنے والا۔ پیچھے کرنے والا)

شان اور شرف میں، علم و عمل میں، دولت و عزت میں اپنے خاص بندوں کو قریب کرے اور دشمنوں کو دور کرے۔ جسے چاہے ہمیشہ کے لئے یا بالفعل آگے کرے اور جسے چاہے پیچھے کر دے۔ ان سب باتوں میں اس کی حکمت کار فرما ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جسے آگے کیا وہ ہمیشہ آگے اور جسے پیچھے کیا وہ ہمیشہ پیچھے رہے گا۔ (الزجاج والغزالی والبونی)

﴿۷۳۔۷۴﴾ اَلاَوَّلُ . وَالاٰخِرُ

(سب سے پہلے۔ سب کے بعد)

ہر موجود چیز کے وجود سے پیشتر اس کا وجود تھا اور ہر موجود چیز معدوم ہو جائے گی مگر وہ موجود رہے گا۔ مشکوٰۃ ص ۲۱۱ میں بحوالہ ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ رسول اللہ ﷺ کی دعا ہے۔ "انت الاول فلیس قبلك شیء و انت الاخر فلیس بعدك شیٔ" ۔ اے اللہ تو سب سے پہلے ہے، تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں اور تو سب سے بعد میں ہے اور تیرے بعد کوئی چیز نہیں (الزجاج) ۔

﴿۷۵﴾ اَلظَّاهِرُ (سب سے ظاہر)

اہل فہم و اہل علم کے آگے دلائل و براہین سے، وحدانیت کی نشانیوں کے ساتھ ظہور بمعنی علو کے بھی ہیں۔ جیسے کہا جاتا ہے "ظهر فلان فوق السطح اذا علا" فلاں ظاہر ہوا یعنی بلند و بالا ہوا۔ اس معنی میں مذکورہ دعا کا بقیہ حصہ بھی تقویت فراہم کرتا ہے۔

"انت الظاهر فلیس فوقك شئ و انت الباطن فلیس دونك شئ" ۔ تو سب سے بلند ہے تجھ سے بلند کوئی چیز نہیں اور تو سب سے پوشیدہ ہے، تجھ سے ورے بھی کوئی چیز نہیں ۔(الزجاج)

﴿۷٦﴾ اَلْبَاطِنُ (سب سے پوشیدہ)

کوئی اس کی ذات کا ادراک نہیں کر سکتا بلکہ اس کی قدرت کی نشانیوں سے اس کو پہچانا جائے اور اس کا یقین رکھا جائے۔(البیھقی) نیز بمعنی ہر غیب و باطن کو جاننے والا جیسے کہا جاتا ہے۔" بطنت فلانًا و خبرته اذ اعرفت باطنه و ظاهره" ۔ اس کے ظاہر و باطن کو جانا، اور اللہ تعالیٰ تمام ظاہری اور باطنی امور کو جاننے والے ہیں۔(الزجاج)

﴿۷۷﴾ اَلْوَالِیُ (مالک)

تمام اشیاء کا مالک اور اپنی مرضی سے ان میں تصرف کرنے والا اور اس کی تدبیر کرنے والا۔(الزجاج والبیھقی والمنصور بوری اور اسمآء الحسنٰی مصنفہ محمد درویش)۔

﴿۷۸﴾ اَلْمُتَعَالِیْ (انتہائی بلند)

مبالغہ کے معنوں میں ہے۔(الزجاج) ساتوں آسمانوں اور عرش سے بھی بلند ہے جیسے قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔(اس ضمن میں ہماری کتاب "توحید خالص" کا مطالعہ مفید رہے گا)۔اپنی شان کے لحاظ سے ان تمام چیزوں سے پاک اور بلند ہے جو مخلوق سے منسوب ہیں۔(البیھقی)

﴿۷۹﴾ اَلْبَرُّ (نیکی و بھلائی کرنے والا)

اپنی تمام مخلوقات سے بھلائی کرنے والا۔ ان کے لئے کسی بھی پریشانی کا ارادہ نہیں کرتا۔ انسانوں کے کتنے ہی گناہوں سے درگزر فرماتا ہے۔ نیکی کے ثواب کو بڑھاتا ہے۔ اپنے مقرب بندوں کو دوستی اور عبادت کے لئے مخصوص فرماتا ہے۔ ساری مخلوق کو رزق دینے میں مہربان ہے۔ کسی کے ساتھ بخل نہیں کرتا۔ (البیہقی)

﴿۸۰﴾ اَلتَّوَّابُ (توبہ قبول کرنے والا)

جو بندہ بھی اپنے گناہوں پر نادم ہو کر اس کے احکام کی اتباع کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنی رحمت کے ساتھ اس کی طرف رجوع فرماتے ہیں۔ جو وعدے بھی اپنے بندوں سے کئے ہیں ان سے محروم نہیں رکھتا۔ نہ صرف توبہ قبول کرتا ہے بلکہ خود بندے کو توبہ کی توفیق دیتا ہے جیسے فرمایا۔ ثُمَّ تَابَ عَلَيۡهِمۡ لِيَتُوۡبُوۡا (التوبہ ع ١٤ پ ١١) ان کی طرف رحمت سے متوجہ ہوا تاکہ وہ توبہ کریں۔

﴿۸۱﴾ اَلۡمُنۡتَقِمُ (بدلہ لینے والا)

جو سرکش اور نافرمانوں کی کمر توڑ دے اور سخت عذاب کرے، لیکن مہلت دینے اور ڈرانے وغیرہ کے بعد، تاکہ ان کو سوچنے کا موقعہ ملے۔ اور شاید کہ وہ رجوع کریں لیکن جو اللہ کی طرف رجوع نہ کرے تو پھر اس کے لئے سخت عذاب ہے۔ (الغزالی) وہ ہر ایک کو عذاب قوتِ برداشت کے مطابق کرتا ہے۔ (البیہقی)

﴿۸۲﴾ اَلۡعَفُوُّ (درگزر کرنے والا)

گناہوں اور برائیوں کو مٹانے والا۔ یہ لفظ معنی کے لحاظ سے الغفور سے زیادہ

مبالغے والا ہے۔ کیونکہ غفور میں ڈھانپنے کے معنی ہیں اور اس میں بالکل مٹانے کے۔ (الغزالی) کہا جاتا ہے:عفی عنه ذنبه ترك العقوبة عليه ۔ یعنی اللہ تعالیٰ گناہوں کے باوجود عذاب نہ کرنے والا بھی ہے۔(الزجاج)

﴿۸۳﴾ الرَّءُوْفُ (شفقت کرنے والا)

رحیم سے زیادہ مبالغے والا ہے یعنی انتہائی مہربانی اور رحمت والا۔(الزجاج) اس کی بڑی مہربانی یہ ہے کہ طاقت سے زیادہ کسی پر بھی عبادت کا وزن نہیں رکھتا۔ بلکہ بیمار اور مسافروں سے نرمی کرتا ہے۔(البیهقی)

﴿۸۴﴾ مَالِكُ الْمُلْكُ (سلطنت و بادشاہت کا مالک)

جس کو چاہے دے دے، جس سے چاہے چھین لے۔ بادشاہوں کا بادشاہ جن کو وہ اپنے امر و نہی سے چلاتا ہے۔(الزجاج) جس طرح چاہے اپنے ملک میں اپنی مرضی چلائے، معدوم کرے، فنا کرے یا باقی رکھے۔(الغزالی)

﴿۸۵﴾ ذُوالْجَلالِ وَالاِکْرَامِ

(بزرگی والا اور سخاوت والا)

جو ہر بھلائی اور شرف کمال کا مستحق ہے۔ ہر عزت اور سخاوت بھی اس سے ملنے والی ہے۔ اگر کوئی مخلوق کسی کو عزت دے یا اس کے ساتھ سخاوت سے کرے تو وہ بھی اس کے حکم سے ہے۔ اس کی سخاوت اپنی مخلوق پر بے انتہا ہے۔ (الغزالی) یہ اس کی شان ہے کہ اس کی بڑائی اور بادشاہی کے سامنے اس کی ہیبت سے (خوفزدہ ہو کر) رہا جائے اور اس کی

شان کے مطابق اس کی تعظیم کی جائے۔ وہ اپنی مخلوق کیلئے ایسا رب ہے جس کی تعظیم و تکریم کرنا مخلوق پر واجب ہے اور یہ حق کسی اور کا نہیں ہے کیونکہ وہ وحدہٗ لا شریك لهٗ ہے۔ (البیهقی)

﴿۸۶﴾ اَلْمُقْسِطُ (انصاف کرنے والا)

مظلوم کو ظالم سے اس کے حقوق دلوائے۔ اپنے تمام فیصلوں میں مخلوق کے ساتھ انصاف کرنے والا۔ اس کے انصاف کا یہ کمال ہے کہ وہ بعض اوقات ظالم اور مظلوم دونوں کو راضی کرتا ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت میں مظلوم کو (ظالم کے) ظلم کے بدلے میں ظالم کی نیکیاں دی جائیں گی۔ اور مظلوم کے گناہ ظالم کو دیئے جائیں گے۔ مظلوم کو جنت کے بنگلے و محل دکھائے جائیں گے اور اس سے کہا جائے گا کہ ان کی قیمت یہ ہے کہ تو گناہ گار کو معاف کر دے پھر وہ مظلوم شخص ظالم کو معاف کر دے گا اور جنت میں ظالم کو اپنے ساتھ لے جائے گا (الدر المنثور ص۲۶۱ ج۳ بحوالہ ابو یعلیٰ وغیرہ) اس قسم کا انصاف صرف رب العالمین کی ذات ہی کر سکتی ہے (الغزالی)۔

﴿۸۷﴾ اَلْجَامِعُ (جمع کرنے والا)

قیامت کے دن مخلوقات کو حساب کیلئے جمع کرنے والا (الزجاج) مختلف انسانوں کو زمین میں، اور زمین و آسمان میں موجود مختلف چیزوں کو مثلاً ستارے، ہوا، دریا، حیوان، نباتات، اور معدنیات جو رنگ و بو میں اور صورت، وصف و ذوق میں باہم مختلف ہیں، انسانی جسم کی ہڈیوں، گوشت پوست، خون و خلط کو جمع کرنے والا ہے۔ اسی طرح متضاد اشیاء کا جمع فرمانا جو باہم ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ جیسا کہ گرمی اور سردی، خشکی و تری وغیرہ۔ (الغزالی)

﴿۸۸﴾ اَلْغَنِیُّ (بے پرواہ)

ساری مخلوق سے اپنی قدرت کی بناء پر بے پرواہ اور بے نیاز۔ سب اسی کے محتاج ہیں۔(الزجاج)

﴿۸۹﴾ اَلْمُغْنِیُ (بے پرواہ کرنے والا)

جس کو چاہے رزق دے، نعمتوں سے نوازے اور دوسروں کی محتاجی سے بچائے۔ (الزجاج والبیھقی)۔

﴿۹۰﴾ اَلْمَانِعُ (روکنے والا)

جس کو چاہے روک دے۔ کسی بھی چیز سے اس کا روکنا حکمت سے خالی نہیں (الزجاج) دین و دنیا میں ہلاکت اور نقصان کے اسباب کو وہی روکنے والا ہے۔(الغزالی)

﴿۹۱۔۹۲﴾ اَلضَّارُ . اَلنَّافِعُ

(نقصان پہنچانے والا۔ نفع دینے والا)

ان دونوں ناموں کو ساتھ ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ دونوں مل کر مکمل معنیٰ ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی نفع یا نقصان دینے والا ہے۔ یہ اس کی کامل قدرت پر دلالت کرتے ہیں اور حکمت پر بھی۔ سب اچھائیاں اور برائیاں اس کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ تمام بھلائیوں کا مسبب الاسباب اور برائیوں کو دفع کرنے والا ہے۔(الزجاج) کسی سے بھی نفع یا نقصان ہو یا سب اس کی مشیت کے تحت ہوتا ہے۔

﴿۹۳﴾ اَلنُّوْرُ (روشن)

اس کی توحید کے دلائل بالکل روشن وعیاں ہیں۔(الزجاج) وہی ہر چیز کو ظاہر کرنے والا ہے۔(الغزالی) کیونکہ اس کے بتانے بغیر کوئی بھی کسی چیز کو سمجھ نہیں سکتا۔اس کاادراک نہیں کر سکتا۔اگر وہ آسانی نہ کرے تو کوئی بھی اپنے مقصد کے حصول میں کامیاب نہ ہو۔ عقل اور حواس خمسہ سب اس کے پیدا کردہ اور عطا کردہ ہیں۔(البیھقی)

﴿۹۴﴾ اَلْبَدِیْعُ (بے مثال)

جو اپنی ذات و صفات میں بے مثل ہے۔(الغزالی) اور وہی بے مثال پیدا کرنے والا ہے۔وہ اکیلا اپنے خاص علم اور قدرت سے پیدا کرنے والا ہے۔(البیھقی)

﴿۹۵﴾ اَلْهَادِیْ (راستہ بتلانے والا)

نجات اور اپنی معرفت کی راہ بتلانے والا ۔ تمام مخلوقات کو اپنی حاجات اور ضروریات پوری کرنے کی راہ دکھانے والا۔(البیھقی والزجاج والغزالی)

﴿۹۶﴾ اَلْبَاقِیْ (باقی رہنے والا)

ہمیشہ باقی رہنے والا۔باقی سب مخلوق کو فنا ہونا ہے۔(البیھقی)

﴿۹۷﴾ اَلْوَارِثُ (حقیقی وارث ہونے والا)

باقی تمام وارثِ مال و اولاد فنا ہونے والے ہیں ۔ بادشاہ، نواب، سرمایہ دار، وڈیرے، زمیندار، دولتمند سب فانی ہیں۔ان کی وراثت عارضی ہے۔ بالآخر تمام چیزوں کا

وارث وہی ہے جو ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔(الزجاج والغزالی والبیہقی)

﴿۹۸﴾ اَلرَّشِیْدُ (سیدھی راہ والا)

جس کے تمام کام اور حکم رشد اور ہدایت پر مبنی ہیں۔ قرآن کریم میں ہے۔اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (ھود ع۵ پ ۱۲) بیشک میرا رب سیدھی راہ پر ہے۔ یعنی فعیل بمعنی فاعل کے بھی ہیں اور بمعنی مُفعِل کے بھی ہیں۔ وہی مرشد اور سب کو راستہ دکھانے والا ہے۔ عام مخلوق، انسان، جن، حیوان، پرند وچرند اور حشرات الارض وغیرہ کو اپنی زندگی کی ضروریات کے لئے اور مسلمانوں کو جنت اور ثواب کے حصول کے لئے راہ بتلانے والا۔(الزجاج) یہ سب وہ اپنے علم سے کرتا ہے نہ کہ کسی سے صلاح ومشورہ یا تجویز ورہنمائی حاصل کرنے کے بعد۔ تعالیٰ اللہ عن ذالك علوًا کبیرًا ۔ (الغزالی)

﴿۹۹﴾ اَلصَّبُوْرُ (صبر کرنے والا)

گناہ گاروں کو مہلت دینے والا اور عذاب کرنے میں جلدی نہ کرنے والا (البیہقی و الغزالی)۔

ناظرین

ان کے علاوہ دیگر اسماء مبارکہ بھی ہیں جو امام بیہقی نے اپنی کتاب الاسماء والصفات ص ۵۰۶ میں اور شرح اسماء الحسنیٰ بنام الموضح للطریق و الفسطاط للتحقیق مصنفہ محی الدین ابوالعباس احمد بن علی البونی القریشی وغیرہ میں دیکھنے چاہئیں۔ ان تمام ناموں سے دعا مانگی جاسکتی ہے جس نام کا بھی مطلب سے تعلق ہو، اس کے وسیلہ سے مانگا جائے۔ مثلاً رزق کے لئے یارزاق گناہ بخشوانے کے لئے یاغفار یاغفور، رہنمائی کے لئے یارشید یا ہادی۔ مظلومیت کی حالت میں یاقہار یاجبار یامقسط۔ علم کی طلب کے لئے یاعلیم عزت مانگنے کے لئے یا معز، امن کی طلب کے لئے یاسلام یامؤمن علی ھذا القیاس تمام ناموں کو استعمال کر کے بندہ اپنے مالک سے دعا مانگ سکتا ہے۔

تمت بالخیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دین کی اشاعت میں حصہ لیجئے اور دائمی اجر حاصل کرتے رہیئے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:۔ نضر الله امرأ سمع مقالتى فوعاها ثم بلغها یعنی: اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ اور خوش و خرم رکھے، جو میری بات (حدیث، فرمان، حکم، کوئی مسئلہ وغیرہ) سنے پھر اسے اچھی طرح یاد (محفوظ) کرلے، اس کے بعد دوسرے لوگوں تک پہنچادے۔

غور کیجئے ایک طرف یہ بشارت عظمیٰ ہے تو دوسری طرف کفر، الحاد، شرک و باطل، فسق و فجور، بے حیائی، بے غیرتی، بے راہ روی، بے دینی، بد عقیدگی اور جھوٹی و بے اصل باتوں کو پرنٹ میڈیا، الیکٹرانک میڈیا اور دیگر تمام ذرائع ابلاغ بڑے شد و مد سے نشر و شائع کر رہے ہیں جس کے نتیجے میں عقائد میں بگاڑ، حلال و حرام میں تمیز کا خاتمہ اور سچ اور جھوٹ کی پہچان ختم ہوتی جارہی ہے۔ بیچاری موجودہ نسل گفتار و کردار، اخلاق و اطوار الغرض ہر لحاظ سے روز بروز پستی، تنزلی اور انحطاط کا شکار ہے۔ اس زوال پذیر معاشرے کی اصلاح کے لئے دعوت و تبلیغ کے کام کی جتنی اہمیت آج ہے شاید اس سے پہلے نہ ہو۔

جیسا کہ آپ بخوبی جانتے ہیں کہ نشر و اشاعت کے کاموں میں مادی وسائل بڑی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں اس لئے آپ سے اپیل ہے کہ اس کارِ خیر میں دامے، درمے، قدمے، سخنے ضرور حصہ لیں اور آپ ﷺ کی بشارت کے مصداق بن جائیں۔ نیز یہ آپ کے لئے بہترین صدقہ جاریہ بھی ہے۔ حسب فرمان رسول ﷺ اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلاث الخ یعنی انسان جب فوت ہو جاتا ہے تو اعمال نامہ بند ہو جاتا ہے سوائے تین قسم کے آدمیوں کے (۱) صدقہ جاریہ کرنے والا۔ (۲) علم نافع سکھانے والا۔ (۳) اور نیک اولاد چھوڑنے والا۔

اس طرح آپ دوسری قسم میں بھی شامل ہو سکتے ہیں چونکہ آپ کے تعاون سے مرتب کئے ہوئے علمی ذخیرے سے جب تک لوگ مستفید و فیضیاب ہوتے رہیں گے، ان شاء اللہ آپ کا اعمال نامہ نیکیوں سے پُر ہوتا رہے گا۔

المكتب التعاوني للدعوة والإرشاد وتوعية الجاليات بالسلي

الطبعة (1)

كتب الجاليات ١٤٣/١٥

شرح أسماء

الحسنى

تأليف

سيد أبو محمد بديع الدين شاه الراشدي

ردمك: X - 8 - 8086 - 0966

المكتب التعاوني للدعوة والإرشاد وتوعية الجاليات بالسلي
ص.ب ١٤١٩ الرياض ١١٤٣١ هاتف: ٢٤١٤٤٨٨ـ ٢٤١٠٦١٥ تحويلة ناسوخ ٢٣٢

أردو

٠٣٠١٢٣٢